ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد:۳۴ شمارہ:۲۳ ۴؍تا۱۰؍جون ۲۰۲۱ء — ۲۲؍تا۲۸؍شوال ۱۴۴۲ھ
Year-34 Issue-23 4 - 10 June 2021 Page 16

فلسطین کے مظلوم و مقہور مسلمان ایک بار پھر

اسرائیلی حملوں کا شکار

اقوامِ متحدہ کی خاموشی ایک لمحۂ فکریہ

اسرائیلی درندے مسلسل گیارہ دنوں تک فلسطینیوں پر بم اور راکٹ برساتے رہے جنھوں نے ڈھائی سو سے زائد فلسطینیوں کو موت کی نیند سلادیا۔ اس موقع پر اقوامِ متحدہ کی خاموشی انصاف پسند دنیا کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

محمد سالم جامعی

فلسطین واسرائیل کے درمیان جنگ بندی کے بعد گیارہ دنوں تک جاری قتل وغارت گری کا بازار اگرچہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے مگر گذشتہ گیارہ دنوں میں ظالم وغاصب اسرائیلی درندوں نے جس طرح غزہ میں نہتے اور بے قصور فلسطینیوں کو اپنے بموں، توپوں اور راکٹوں کے ذریعہ ایک بڑی تعداد میں موت کی نیند سلادیا جن میں بچے، بوڑھے اور جوان سبھی شامل ہیں، اس کی ظلم وستم کی دنیا کے سوا کہیں کوئی مثال نہیں ہے۔

یہودیت، عیسائیت اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں ہزاروں پیغمبر اور نبی پیدا ہوئے مگر آج دنیا میں صرف تین مذاہب اور ان کی ملتیں پائی جاتی ہیں۔ ان تینوں مذاہب میں بھی سب سے قدیم مذہب دین موسوی ہے جس کے پیروکار یہودی کہلاتے ہیں، دوسرے نمبر پر حضرت عیسیٰؑ کا دین ہے جسے دین عیسوی کہا جاتا ہے اور جس کے پیروکاروں کو عیسائی کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقریباً سترہ سو سال کا زمانہ ہے جو بنی اسرائیل کا دور کہلاتا ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک ہزار سے زائد نبی و پیغمبر تشریف لائے۔ یہود و نصاریٰ میں خوں ریزی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا جو ایک طویل عرصہ تک جاری رہا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے پانچ سو انہتر برس بعد نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی جس کے بعد تمام ادیانِ سابقہ ناقابل عمل قرار پائے مگر یہود ونصاریٰ نے نہ صرف نبی آخرالزماںؐ کی نبوت ماننے سے انکار کردیا بلکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن بن گئے۔

(باقی ص۱۴ پر)

اندر پڑھیے

• مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ص۵ • ہندستانی مسلمان اور عصری تعلیم ص۸
• شریعت اسلامی کی روشنی میں: وراثت میں لڑکیوں کا حصہ ص۹ • سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوۃ: چندوضاحتیں ص۱۰

پاکستان-کیا روس کے ساتھ قائم ہوں گے خوشگوار تعلقات

روس جو ہندستان کا قدیم حلیف ملک ہے، اب پاکستان کو عصری اسلحہ فراہم کرے گا اور دہشت گردی کے خلاف لڑائی میں اس کی مدد کرے گا۔ وزیر خارجہ روس سرجی لاروف نے پاکستان کا دورہ کرکے اس کا اعلان کیا ہے۔ گزشتہ کئی دہوں کے دوران ہند-پاک کشیدگی اور جنگوں کے دوران سابق سوویت یونین ہمیشہ ہندستان کا طرفدار رہا ہے۔ سوویت یونین کے ٹوٹ کر بکھر جانے اور کئی ممالک میں تقسیم ہونے کے کئی برس بعد اب پاک-روس تعلقات کو نئی جہت مل رہی ہے۔ ہندستان ڈاکٹر منموہن سنگھ کے دورِ حکومت سے ہی روس سے دوری اور امریکہ سے زیادہ قربت کی پالیسی پر گامزن ہے۔ نریندر مودی کے وزیر اعظم بننے کے بعد تو ہندستان نے اپنی فکرودانش کے سارے انڈے وہائٹ ہاؤس ٹوکری میں رکھ چھوڑ دیئے ہیں، بدلے ہوئے منظر میں روسی وزیر خارجہ نے کہا کہ روس اور پاکستان دہشت گردی کے خلاف لڑائی میں اپنے باہمی تعلقات اور رابطوں کو مزید مضبوط کریں گے۔ روس غیر معمولی طور پر عصری اسلحہ پاکستان روانہ کررہا ہے اور دونوں ممالک کی افواج پہاڑی علاقوں میں اور سمندر میں مشترکہ مشقیں کررہی ہیں۔ روسی وزیر خارجہ نے نو سال میں پہلی مرتبہ پاکستان کا دورہ کیا ہے، اس کا مقصد علاقہ میں اپنا وجود مستحکم کرنا ہے خاص کر افغانستان کے مسئلہ کی یکسوئی میں روس اثر انداز رہنا چاہتا ہے اور ایک دہے سے زائد عرصہ سے جاری افغان خانہ جنگی کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ روسی وزیر خارجہ نے کہا کہ روس انسداد دہشت گردی سرگرمی میں پاکستان کی مدد کرنا چاہتا ہے اور پاکستان کو خصوصی فوجی اسلحہ فراہم کیے جائیں گے۔ روسی وزیر نے اس فوجی اسلحہ کی نوعیت کی وضاحت نہیں کی۔ روسی وزیر خارجہ ہندستان کے دورہ کے بعد پاکستان پہنچے۔ لاروف کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ روس پاکستان سے اپنے تعلقات زیادہ مستحکم بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ افغانستان سے روسی فوج کو واپس ہونے کے لیے مجبور کرنے والی افغانی عوام تحریک بشمول طالبان کو پاکستان کی زبردست مدد حاصل تھی، اس حوالہ سے روس اور پاکستان کے مابین تعلقات کافی کشیدہ ہوگئے تھے، بعد کے حالات میں امریکی زیر قیادت اتحادی افواج کی افغانستان پر یلغار اور طالبان کی حکومت کی بے دخلی کے بعد پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں کافی سرد مہری دیکھی گئی۔ روس نے حالیہ عرصہ میں طالبان اور سینئر سرکاری حکام کے مابین میٹنگ کا اہتمام اور وہ ایسی ایک اور میٹنگ منعقد کرنے والا ہے، اب اندازہ ہوتا ہے کہ روس پاکستان کی ترقی میں اہم رول ادا کرنے کا خواہشمند ہے۔ کراچی اور لاہور کے مابین روس ایک گیس پائپ لائن بھی تعمیر کررہا ہے، وزیر خارجہ پاکستان نے کہا کہ پاکستان روس سے پچاس لاکھ کورونا ویکسین کی خریدی کررہا ہے۔ پاکستان اپنے طور پر بھی ایسے ویکسین کی تیاری میں روس کی مدد کا طلبگار ہے۔ گزشتہ دس سال میں پہلی مرتبہ روس کے وزیر خارجہ نے پاکستان کا دورہ کیا ہے جسے مبصرین اہمیت کا حامل قرار دے رہے ہیں خاص کر اس لیے بھی کہ علاقہ میں امریکہ اور چین اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھنے اور اسے فروغ دینے کے لیے کوشاں ہیں۔ علاقہ میں امریکہ کے کم ہوتے ہوئے اثر و رسوخ کے پیش نظر اس دورہ کی اہمیت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان چین کے بیلٹ اینڈ روڈ پروگرام میں کلیدی رول ادا کررہا ہے۔ ◻◻

سعودی خاتون نے اللہ کی رضا کی خاطر بیٹے کے قاتل کو معاف کردیا

سعودی عرب میں ایک خاتون نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے جوان بیٹے کو قتل کرنے والے شخص کو معاف کردیا ہے۔ یہ واقعہ خیبرالجنوب شہر میں پیش آیا۔ قاتل اور مقتول گھرانے صدیوں سے ایک دوسرے کے پڑوس میں آباد تھے۔ اُردو نیوز کے مطابق مقتول کے خاندان نے عید کے دن اپنے بیٹے کے قاتل کو معاف کرنے کا اعلان کیا ہے۔ قبیلہ بنی واہب شہران کے خاندان ال راجح نے کہا ہے کہ اُس نے اپنے مقتول بیٹے عبداللہ کے قاتل کو فی سبیل اللہ معاف کردیا ہے۔ انھیں قاتل کے خاندان سے کچھ نہیں چاہیے۔ واقعہ کی تفصیلات بتاتے ہوئے قاتل کے بھائی رجاز امل ال شاہر الشہرانی نے کہا ہے کہ ہم مقتول کے خاندان کے برسوں سے پڑوسی ہیں۔ دونوں خاندانوں کے تعلقات بحران کے وقت بھی معمول کے مطابق ہی رہے جبکہ قاتل ہونے کی وجہ سے ہمارے خاندان نے محلّہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا مگر مقتول کے خاندان والوں نے ہمیں ایسا کرنے سے منع کردیا۔ قبیلے کے بزرگوں نے جب صلح کی کوششیں شروع کیں تو ہماری والدہ سے کہا گیا کہ وہ مقتول کی والدہ سے جاکر معافی مانگے اور صلح کی گزارش کرے مگر ہماری والدہ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ ہماری والدہ نے کہا کہ مقتول بھی میرا بیٹا ہے اور اس کی ماں میری بہن ہے اور قاتل بھی میرا بیٹا ہے۔ انھوں نے کہا کہ پھر عید کے دن میری والدہ کو مقتول کی والدہ کی طرف سے فون آیا اور عید کی مبارکباد دی اور خوشخبری سنائی کہ انھوں نے قاتل کو محض اللہ کی رضا کی خاطر معاف کردیا ہے۔ مقتول کے خاندان کے اس اقدام پر ہم انتہائی احسان مند اور شکر گزار ہیں۔ ہم نے شکریہ کے طور پر ان کے گھر کے سامنے سلامی پیش کرنے کے لیے سفید جھنڈا لہرادیا ہے۔

مراکش-مغربی صحارا پر امریکی موقف میں کوئی تبدیلی نہیں

ایک امریکی ویب سائٹ نے باخبر ذرائع کے حوالے سے بتایا ہے کہ امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے اپنے مراکشی ہم منصب ناصر بوریطہ سے کہا ہے کہ صدر جو بائیڈن مغربی صحارا کے علاقے پر مراکش کی خودمختاری تسلیم کرنے کے حوالے سے سابق انتظامیہ کے موقف سے کم از کم فی الوقت پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ یہ بات دونوں ملکوں کے وزرائے خارجہ کے درمیان جمعہ کے روز ٹیلی فون پر ہونے والی بات چیت میں سامنے آیا۔ سابق صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی جانب سے مغربی صحارا پر مراکش کی خودمختاری تسلیم کرنے سے امریکہ کی اس پالیسی کا خاتمہ ہوگیا جو کئی دہائیوں سے متنازع علاقے کے حوالے سے جاری تھی۔ امریکی ویب سائٹ ایکسیوس کے مطابق ٹرمپ کا یہ قدم زیادہ وسیع پیمانے پر ہونے والی اس ڈیل کا حصہ تھا جس میں مراکش اور اسرائیل کے درمیان تعلقات کی تجدید کو یقینی بنانا شامل تھا۔ دسمبر ۲۰۲۰ء میں سامنے آنے والا یہ فیصلہ ایک سفارتی کامیابی تھا جس کا مراکش نے انتظار کیا۔ مراکش کو اس حوالے سے تشویش لاحق تھی کہ صدر جو بائیڈن اقتدار سنبھالتے ہی ممکنہ طور پر سابقہ انتظامیہ کا یہ فیصلہ منسوخ کردیں گے۔ واضح رہے کہ امریکہ وہ واحد مغربی ملک ہے جس نے مغربی صحارا کے علاقے پر مراکش کی خودمختاری تسلیم کی ہے۔ امریکی وزارتِ خارجہ کے ترجمان نیڈ پرائس نے جمعہ کے روز ایک بیان میں بتایا کہ وزیر خارجہ انٹونی بلنکن اور ان کے مراکشی ہم منصب ناصر بوریطہ کے درمیان دوطرفہ خصوصی تعلقات اور مشترکہ مفادات زیر بحث آئے۔ اس موقع پر بلنکن نے متبادل فائدے کے حامل طویل المدت خصوصی تعلقات کو باور کرایا جو علاقائی امن اور ترقی کی روشنی میں مشترکہ اقدار اور مفادات پر مبنی ہوں۔ امریکی وزیر نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کے لیے مراکش کے اقدامات کا خیر مقدم کیا۔ انھوں نے باور کرایا کہ مراکش اسرائیل کے بیچ تعلقات سے دونوں ملکوں کو طویل المدت فوائد حاصل ہوں گے۔

نیا یو اے ای: شادی کے بغیر ضرور رہیں لیکن بچے کا اندراج نہیں؟

خلیج فارس کی ریاست متحدہ عرب امارات میں ۲۰۲۰ء میں ایک مرد اور عورت کا شادی کے بغیر اکھٹا رہنے اور باہمی جنسی روابط استوار کرنا جرم نہیں رہا۔ دوسری جانب اس تعلق سے حمل ٹھہرنے اور پیدا ہونے والے بچے کی رجسٹریشن بدستور ممکن نہیں اور رکاوٹوں کی شکار ہے۔ دفتر رجسٹریشن نومولود بچے کو پیدائش کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے قبل شادی کے اندراج کا ریکارڈ بدستور طلب کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے حمل کے لیے ہیلتھ انشورنس کی سہولت بھی میسر نہیں۔ قریب سات ماہ قبل عرب ریاست متحدہ عرب امارات میں شادی کے بغیر جنسی تعلقات کو قابل سزا جرائم کی فہرست سے خارج کردیا گیا تھا لیکن شادی کے بغیر حاملہ عورتوں کو اسپتالوں میں علاج کی سہولت فراہم نہیں کی جاتی کیونکہ ہیلتھ انشورنس ایسے حمل کا خرچہ برداشت نہیں کررہی۔ وکلا کا کہنا ہے کہ اس تناظر میں حکومتی رہنمائی میسر نہیں۔ شادی کے بغیر حاملہ ہونے والی عورت کے لیے اب کوئی سزا نہیں لیکن اس کے بچے کا اندراج نہیں ہورہا۔ وہ حمل کے دوران طبی مدد کی متلاشی رہتی ہے اور کوئی سہولت میسر نہیں۔ متحدہ عرب امارات ایک ایسا ملک ہے، جس کا قیام سات مختلف ریاستوں کے ادغام سے ممکن ہوا۔ ان میں دبئی کو ایک سیاحتی اور کاروباری مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ اس نے ایک سیکولر تشخص اپنانے کو فوقیت دے رکھی ہے۔ یہ بقیہ ریاستوں سے زیادہ سماجی طور پر آزاد اور سیاحت دوست بھی ہے۔ اس میں بھی دو ایسے معاملات ہیں، جن پر خدشات پائے جاتے ہیں اور ان میں ایک میڈیکل انشورنس اور دوسری نوزائیدہ بچوں کی رجسٹریشن۔ دبئی میں بھی کوئی عورت میرج سرٹیفکیٹ مہیا نہ کرے تو اس کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کی رجسٹریشن ممکن نہیں اور اسپتال بھی پولیس کو طلب کرکے اس کا معاملہ پینل اسٹیٹس کورٹ کو بیج دیتے ہیں، جہاں ایک جج بچے کی پیدائش کے اندراج کا فیصلہ کرتا ہے۔ دبئی ہیلتھ اتھارٹی کے مطابق غیر شادی شدہ خواتین کو میٹرنٹی ہیلتھ انشورنس کی سہولت نہیں دی جائے گی۔ اتھارٹی کا موقف ہے کہ وہ اس صورت حال میں فی الحال تبدیلی لانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ اس حساس معاملے پر متحدہ عرب امارات کی پولیس، استغاثہ اور حکومت نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا ہے۔

دریچۂ پاکستان

محمد اسرار مدنی

اقلیتوں کے مسائل: حقائق وتجاویز

انسانی حقوق اور اقلیتوں کے مسائل کے حوالے سے پاکستان ایک طویل عرصے سے تسلسل کے ساتھ اعتراضات وخدشات کی زد میں ہے۔ اس کی حالیہ مثال چند دن قبل یورپی یونین کی ایک قرارداد ہے کہ پاکستان جب تک توہین مذہب کے قوانین پر نظر ثانی نہیں کرتا اس وقت تک اسے یورپی ممالک میں اپنی برآمدات کے لیے حاصل جی ایس پی پلس کا ترجیحی درجہ ختم کردیا جائے۔

یورپی یونین کے پارلیمان میں پاکستان کے زیر بحث آنے کا پس منظر گزشتہ دنوں کالعدم تحریک لبیک کی جانب سے ہونے والے ملک گیر مظاہرے تھے جن میں فرانسیسی سفیر کی ملک بدری کا مطالبہ کیا جاتا رہا ہے۔ قرارداد میں فرانس کے خلاف ہونے والے مظاہروں کی مذمت بھی کی گئی۔ بدقسمتی سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا تصور ایک ایسے ملک کا بن رہا ہے کہ جہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوتی ہوں، اقلیتوں کے لیے زمین تنگ کردی گئی ہو۔ اگر کچھ غور کیا جائے تو واضح طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ تنقید کے ہر پیرائے میں کہیں نہ کہیں مذہب کو ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ پاکستان میں سماجی سطح پر جس قسم کی ناہمواری پائی جاتی ہے اس کا سبب بھی یہ گردانا جاتا ہے جیسے مذہب اس کی وجہ ہے۔ گویا مجموعی طور پر انسانی حقوق کا مسئلہ ہو، اقلیتوں کے مسائل کی بات ہو یا شدت پسندی کا ذکر آئے، ہر سطح پر مذہب اور مذہبی تعلیمات کو ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے اور یہ بحث ملک کی مذہبی شناخت کی جانب موڑ دی جاتی ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان میں ایک خاص حلقے نے مذہب کے نام پر تشدد کو درست کہا۔ ملک ایک عرصے تک دہشت گردی کی آگ میں جھلستا رہا ہے اور یہاں عام لوگ اس سے شدید متاثر ہوئے تاہم یہ کہنا درست نہیں کہ اس سب کا ذمہ دار مجموعی طور پر مذہب ہے یا ملک کا مذہبی تشخص ہے۔ ملک کے معتدل مذہبی حلقے نے ہمیشہ ریاست کا ساتھ دیا، متشدد تحریکوں اور جماعتوں سے دستبرداری کا اظہار کیا۔ اگر مذہبی طبقے کے اندر سے بڑی طاقت ریاست کے شانہ بشانہ نہ کھڑی ہوتی تو متشدد تحریکوں و جماعتوں کو بے اثر نہ کیا جاسکتا۔ کالعدم تحریک لبیک کے معاملے میں مظاہرے ہوئے اور صورتِ حال مزید ابتری کی جانب جاتی نظر آئی لیکن مذہبی حلقے کے اندر کی ثالثی سے معاملات پر قابو پالیا گیا۔ اب تصویر کے ایک دوسرے رُخ پر نظر ڈالی جانی چاہیے۔ پاکستان انسانی حقوق اور اقلیتوں کے مسائل کے حل کے لیے تسلسل کے ساتھ کوششیں بروئے کار لارہا ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ان اقدامات کو بین الاقوامی سطح پر سراہا نہیں جاتا، حتیٰ کہ پروپیگنڈہ اس حد تک کیا جاتا ہے کہ حقیقی اعداد وشمار کا جائزہ بھی نہیں لیا جاتا۔ صرف پاکستان میں ہونے والے بعض ناخوشگوار واقعات کو اتنا اُچھالا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے یوں لگتا ہے جیسے پاکستان میں محض ظلم اور ناانصافیاں روا رکھی جاتی ہیں اور اقلیتوں کو زندہ رہنے کی کوئی آزادی میسر نہیں ہے۔ اگر پاکستان کا بھارت کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پاکستان انسانی حقوق اور اقلیتوں کے حوالے سے بدرجہا بہتر ہے۔ کشمیر میں لاکھوں کی آبادی کئی مہینوں سے سخت فوجی محاصرے میں قید ہے۔

حتیٰ کہ شہریت بل کی اساس پر ہزاروں لوگوں سے ان کی شہریت چھیننے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود دنیا کی مارکیٹ میں اس پر دروازے بند نہیں ہوتے۔ امریکہ کا سرکاری ادارہ یونائٹیڈ اسٹیٹ کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیلس فریڈم (USIRF) مسلسل دوسال سے بھارت میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر تنقید کررہا ہے کہ بھارت اس معاملے میں پیچھے کی طرف جارہا ہے اور اس بنیاد پر وہ اپنی رپورٹس میں اسے بلیک لسٹ کرنے کا عندیہ بھی دے چکا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کی صورتحال یہ ہے کہ وہ انسانی حقوق اور اقلیتی برادریوں کی سہولت کے لیے کئی اچھے اور معیاری اقدامات کرچکا ہے مگر انھیں سرکاری سطح پر دنیا کے سامنے بہتر انداز میں سامنے نہیں لاسکا۔ پچھلے چندسال کے دوران پاکستان نے متعدد ایسے اقدامات کیے ہیں جو قابل تعریف ہیں اور جن کا دنیا نے اعتراف بھی کیا۔

پاکستان انسانی حقوق اور اقلیتوں کی صورتحال کے حوالے سے دیگر ممالک کی رپورٹس پر اعتماد کرتا ہے جبکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ پاکستان سالانہ اپنی رپورٹ جاری کرے۔ پاکستان میں اقلیتوں کی حالت کیسی ہے۔ یہ بیان کرنے کے لیے یہاں کے اقلیتی وفود کی رائے لی جانی چاہیے۔ انھیں آگے لایا جائے اور ان کی بات کو آگے بڑھایا جائے۔ اس سے پاکستان کی امیج بہتر ہوگا۔ میری رائے میں وزارتِ خارجہ یا پرائم منسٹر آفس میں ان امور کے لیے ایک خصوصی شعبہ تشکیل دیا جائے جس کے تحت اقلیتی کمیشن، اسلامی نظریاتی کونسل، وزارتِ مذہبی امور اور وزارتِ انسانی حقوق مل کر ایک کمیٹی تشکیل دیں جو ایک مربوط پالیسی رپورٹ مرتب کرے اور یورپی یونین سمیت دنیا بھر میں اسے پیش کرے۔

اس مقصد کے لیے کنگ عبداللہ انٹرنیشنل سینٹر برائے بین المذاہب و بین الثقافتی مکالمہ آسٹریا، او آئی سی ملیشیا اور ترکی میں ہونے والے کام کا جائزہ لیا جائے اور اس کی روشنی میں آگے بڑھا جائے نیز دنیا بھر میں تمام سفارتکار بین المذاہب تقریبات میں شرکت کرتے ہیں جبکہ پاکستانی سفارت خانوں میں حاضری سب سے کم ہوتی ہے۔ پاکستان نے اپنی سطح پر بہت مؤثر اور نمایاں اقدامات کیے ہیں مگر اس کے باوجود اس کے خلاف ہونے والا پروپیگنڈہ زیادہ کامیاب ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کریں اور دنیا کو بتائیں کہ اعداد وشمار اور حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو پاکستان خطے کے بہت سارے ممالک سے آگے ہے۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑامہربان نہایت رحم والا ہے

کجریوال کیا سیاسی بازیگری میں کامیاب ہوں گے

ہندستان ایک آزاد جمہوری اور سیکولر ملک ہے۔ ہمارے رہنماؤں نے جب ملک کا دستور تیار کیا، اس وقت حالانکہ سیکولرزم ہر شخص کی زبان پر تھا مگر ڈاکٹر امبیڈکر نے لفظ سیکولرزم کو دستور کالازمی حصہ بنانے کامطالبہ کرنے والوں کو یہ کہہ کر خاموش کردیا تھا کہ چونکہ سیکولرزم ہندستان کی مٹی میں رچابسا ہواہےاوراس ملک میں کوئی بھی سیکولرزم کو ٹیڑھی نظر سے دیکھنے کی جرأت نہیں کرسکتااس لیے اس لفظ کو دستورِ ہند کی تمہید کا حصہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مگر جوں جوں وقت گزرتا گیااور ہمارے قدیم لیڈروں کی نسل ہمارے درمیان سے اُٹھتی چلی گئی اس ملک میں ایسے لوگ اور جماعتیں پیدا ہونے لگیں جو نہ صرف ملک کے سیکولرتانے بانے کی دشمن تھیں بلکہ دستور میں ہندوراشٹر کے تصور کو شامل کرنے کے لیے بھی کوشاں تھیں۔ مسز اندرا گاندھی نے جو پنڈت نہرو کی سیاسی وارث تھیں اور سیکولرزم کے جذبہ سے سرشار تھیں انھوں نے سیکولرزم کے لیے خطرہ محسوس کرتے ہوئے ۱۹۷۶ء میں اس لفظ کو دستورِ ہند کے رہنما اصولوں میں شامل کیا مگراس سب کے باوجود سیکولرزم کے دشمن خاموش نہیں ہوئے اور آج جبکہ ہندستان میں سیکولرزم ایک اجنبی لفظ بنتا جارہا ہے یہ سوال پیدا ہونا ایک فطری بات ہے کہ کیا ملک میں سیکولرزم نے دم توڑ دیا ہے؟ ایک وہ دور تھا جب اس وقت کے پہلے وزیراعظم جواہر لال نہرو نے اس وقت کے صدرِ جمہوریہ راجندر پرساد کے سومناتھ کی افتتاحی تقریب میں جانے پراعتراض کیا تھا۔ان کی دلیل تھی کہ ہندستان ایک سیکولر ملک ہے، یہاں کے صدرِ جمہوریہ کو کسی مذہبی تقریب کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔ راجندر پرساد نے نہرو کی بات نہیں مانی اور پروگرام میں چلے گئے۔ اس سے بحث شروع ہوگئی تھی کہ کیا مذہب کسی کا ذاتی معاملہ ہے۔ کیا ریاست کو مذہب کے معاملوں میں دخیل ہونا چاہیے لیکن اس وقت سے اب تک دُنیا بہت بدل چکی ہے۔ سیکولرزم کی تشریح کا کوئی معنی نہیں رہ گیا ہے۔ سیاست کے ساتھ مذہب کی آمیزش نئے ہندستان کا حصہ بنتی جارہی ہے۔ اس کے لیے کسی ایک سیاسی پارٹی کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ہر پارٹی کا دامن تر ہے، حال ہی میں مغربی بنگال کی وزیراعلیٰ ممتابنرجی نے ایک سیاسی اسٹیج سے چنڈی کا پاٹھ کیا۔ دہلی کے وزیراعلیٰ اروند کجریوال نے اسمبلی میں خطاب کے دوران خود کو رام بھکت بتایا۔ ممتابنرجی ایک نفرت بھرے انتخابی ماحول کے گھیرے میں ہیں۔ بی جے پی نے بنگال کی سیاست کو زبردست طریقے سے گھما کر رکھ دیا ہے۔ معیشت اور سیکولرزم کے مسائل کہیں دورِ ماضی میں چلے گئے ہیں۔ وہاں سب سے بڑی بحث اس بات پر چھڑی ہوئی ہے کہ کون کتنا بڑا ہندو ہے۔ ابھی چند سال پہلے تک ریاست میں سیکولرسٹ کا عروج تھا، لیکن اب بحث یہ ہورہی ہے کہ رام بڑا آئیکن ہے یا دیوی درگا۔ یہ ویسا ہی ہے جیسے اروند کجریوال نے دلّی اسمبلی انتخابات میں ہنومان چالیسا کا پاٹھ کیا تھا۔ آپ دلیل دے سکتے ہیں کہ پیار اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ ایسی صورت میں ممتابنرجی اور اروند کجریوال کو انتخابات میں ایسی گستاخی کے لیے معاف کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ کجریوال ہر اسمبلی اجلاس میں خود کو ہنومان اور رام کا پیروکار بتاتے ہوئے نہیں چوک رہے ہیں۔

گزشتہ اسمبلی اجلاس میں کجریوال کی تقریر سے پہلے نائب وزیراعلیٰ منیش سسودیا نے اسکولی تعلیم کے اسباق میں حب الوطنی کو شامل کرنے کی بات کہی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ دہلی میں پانچ سو جگہوں پر ترنگے لگانے کے لیے ۴۵ کروڑ روپے صرف کیے جائیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کافی سوچ سمجھ کر اُٹھایا گیا قدم ہے اور آپ کے رہنماؤں نے مذہبی نظریے سے بجٹ تیار کرنے میں اچھا خاصا وقت لگایا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ کجریوال نے مودی کے کچھ پینترے اُدھار لیے ہیں۔ اب وہ دائیں بازو کے حامی ہوگئے ہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ کجریوال کا وہ پہلو ہے جسے اب تک ایک بڑے طبقہ نے دیکھا نہیں تھا اور جو آر ایس ایس جیسا ہی ہے۔ سیاست میں آنے سے پہلے کجریوال کے لیے کہا جارہا تھا کہ وہ آر ایس ایس کے والنٹیئر تھے۔ جب ان کے ذہن سازانا ہزارے جنتر منتر پر بھوک ہڑتال پر بیٹھے تھے تب یہ الزام لگایا جارہا تھا کہ آر ایس ایس نے اس مظاہرے کو اسپانسر کیا ہے۔ ان کے بیک میں بھارت ماتا کا پوسٹر اس بات کا غماز تھا۔ ان پر یہ بھی الزام عائد ہوا تھا کہ انا ہزارے اور ان کی ٹیم کے ساتھ اسٹیج پر آر ایس ایس کے کچھ سینئر لیڈر بھی موجود تھے اور جب میڈیا نے اس موضوع کو طشت از بام کیا تو سب کے سب غائب ہوگئے تھے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ انا مہم کو آر ایس ایس نے چلایا تھا لیکن یہ سچ ہے کہ آر ایس ایس نے اس مہم میں حصہ ضرور لیا تھا۔ اس نے اپنے فائدے کے لیے اس کا استعمال بھی کیا۔ ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ انا ہزارے تحریک کے دوران کجریوال نے آر ایس ایس اور ان کے ہندوتو سے پرہیز کیا تھا جبکہ سیکولر، لیفٹ نظریہ والے ان کے دوست ہمیشہ ہی کہتے رہے ہیں کہ کجریوال کو آر ایس ایس نے ہی اوپر اُٹھایا تھا جس کا نتیجہ آج ہم سب کے سامنے ہے۔ اب یہ دیکھ کر عجیب الجھن ہوتی ہے کہ کجریوال اپنی سیاست کے لیے مذہب کا خوب استعمال کررہے ہیں۔ اب ان کا رجحان سیدھا بائیں بازو کی طرف ہے جبکہ وہ نہ تو کبھی بہت زیادہ مذہبی رہے ہیں اور نہ ہی مذہبی عمل والے شخص ہیں۔ پھر سیاست بھی کجریوال کا پیشہ نہیں رہا ہے۔ این جی او بنانے سے پہلے وہ انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ میں افسر تھے۔ اگر وہ تحریک میں شامل ہوتے تو شاید وہ اتنا کامیاب بھی نہیں ہوتے اور بہت ممکن ہے کہ آج بھی کجریوال دہلی کے کسی کونے میں غریبوں کے درمیان کام کررہے ہوتے۔ سیاست اور ہندستان کی سیاسی تاریخ کی یادیں بھی ان کی کافی محدود ہیں۔ انھیں اس بات میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ وہ سیاست اور معاشرہ کی تشریح کریں۔ ۲۰۱۲ء میں جب عام آدمی پارٹی بنی تھی اس وقت سیاست ایک الگ نہج پر کام کررہی تھی۔ اس وقت ہندو ووٹ بینک نے یقینی شکل اختیار نہیں کی تھی۔ مسلم ووٹرس پر پورا فوکس تھا۔ اس وقت کجریوال کبھی کبھی مسلم ٹوپی میں بھی نظر آجاتے تھے، مفتیوں اور مولویوں کے ساتھ بھی کھڑے دِکھائی دیتے تھے۔ رمضان میں افطار میں بھی پہنچے تھے لیکن چونکہ ۲۰۱۴ء کے بعد ملکی سیاست میں کافی تبدیلی آچکی ہے اس لیے اب اگر کوئی لیڈر اقلیتوں کے ساتھ نظر آتا ہے تو لگتا ہے جیسے وہ کوئی سیاسی غلطی کررہا ہے، ساتھ ہی یہ بھی لگتا ہے کہ اگر کوئی خود کو ہندوؤں کا ہمدرد ظاہر کرے گا تو اسے سیاسی فائدہ ہوگا۔

اسمبلی انتخابات میں ہنومان چالیسا کا پڑھنا کجریوال کے پلٹنے کی شروعات تھا۔ کجریوال شاہین باغ یا مشرقی دہلی فساد والے علاقوں میں کیوں نہیں گئے، جبکہ زرعی قوانین کی مخالفت میں دھرنے پر بیٹھے کسانوں سے ملنے وہ سندھو بارڈر پہنچ گئے تھے، وجہ! شاہین باغ تحریک کی قیادت مسلمانوں نے کی تھی۔ وزیراعلیٰ ہونے کے بعد بھی وہ مشرقی دہلی کے ان علاقوں میں نہیں گئے، جہاں فسادات میں ۵۳ لوگ مارے گئے۔ جب فساد میں ان کی پارٹی کے کونسل طاہر حسین کا نام آیا تو انھوں نے جانچ تک کا انتظار نہیں کیا اور انھیں فوراً پارٹی سے برخاست کرڈالا۔ ان پر یہ الزام بھی ہے کہ ان کی حکومت نے فساد زدہ علاقوں میں پوری مستعدی سے باز آبادکاری مہم نہیں چلائی۔ قومیت اور حب الوطنی بی جے پی کے ہندوتو کا اہم حصہ ہیں۔ جب انھوں نے اڑی سرجیکل اسٹرائک کے ثبوت مانگے تھے تب کہا گیا تھا کہ وہ پاکستان کی زبان بول رہے ہیں۔ بھلے ہی ۱۹۹۸ء کے بعد سے بی جے پی نے دوبارہ دہلی نہیں جیتی، لیکن پھر بھی اس کے اور آر ایس ایس کے لیے دہلی ایک مضبوط گڑھ رہا ہے۔ ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء میں دہلی کی ساتوں لوک سبھا سیٹیں بی جے پی کے نام رہی ہیں۔ تینوں کارپوریشنوں کے انتخابات میں بھی اس کا پلڑا بھاری رہا ہے۔ کجریوال جانتے ہیں کہ ایک چھوٹی سی غلطی بھی ان کے لیے بھاری پڑسکتی ہے۔ اسی لیے وہ بی جے پی سے مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ دہلی نگر نگم انتخابات نزدیک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کجریوال اپنی مذہبی پہچان کو ظاہر کررہے ہیں۔ دعویٰ کررہے ہیں کہ وہ بی جے پی سے بڑے رام بھکت اور دیش بھگت ہیں، لیکن تکلیف دہ بات یہ ہے کہ جس کجریوال کو ایک ایسے شخص کے طور پر دیکھا جاتا تھا جو ہندستانی سیاست کا پورا چہرہ بدل سکتا تھا۔ سیاست کو فہم وبصیرت افروز بنا سکتا تھا۔ آج وہ خود ایسی سیاست کررہے ہیں جس کے وہ کبھی مخالف ہوا کرتے تھے جبکہ آج وہ اسی سیاست کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ ☐☐

جواہر القرآن

سورۂ لقمان -۳۱ | ترجمہ آیات: ۲۱-۲۲ | **حضرت شیخ الہندؒ**

○ اور جب ان کو کہیے چلو اس حکم پر جو اتارا اللہ نے، کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اور جو شیطا بلاتا ہو ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف تو بھی (ف۱)

○ اور جو کوئی تابع کرے اپنا منہ اللہ کی طرف اور وہ ہو نیکی پر سو اس نے پکڑ لیا مضبوط کڑا (ف۲) اور اللہ کی طرف ہے آخر ہر کام کا (ف۳)

فوائد: ———— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ یعنی اگر شیطان تمہارے باپ دادوں کو وزخ کی طرف لیے جارہا ہو تب بھی تم ان کے پیچھے چلوگے؟ اور جہاں وہ گریں گے وہیں گروگے؟

ف۲ یعنی جس نے اخلاق کے ساتھ نیکی کا رستہ اختیار کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردیا، سمجھ لو کہ اس نے بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ میں تھام لیا ہے۔ جب تک یہ کڑا پکڑے رہے گا، گرنے یا چوٹ کھانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

ف۳ یعنی جس نے یہ کڑا مضبوط تھامے رکھا وہ آخر اس کے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائے گا اور خدا اس کا انجام درست کردے گا۔

انوارِ احادیث

• حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے آ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا اور اس کے دل میں ایک جَو کے وزن کے برابر بھی بھلائی ہوگی (یعنی ایمان ہوگا) پھر ہر وہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے آ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھی خیر ہوگی۔ (یعنی ایمان ہوگا) پھر ہر وہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے آ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا اور اس کے دل میں ذرّہ برابر بھی خیر ہوگی۔ (بخاری)

فلسطین کے مظلوم و مقہور مسلمان ایک بار پھر اسرائیلی حملوں کا شکار

اقوامِ متحدہ کی خاموشی ایک لمحۂ فکریہ

صفحہ اوّل کا بقیہ

یہودی بڑی سازشی قوم ہے، وہ پہلے پورے ساڑھے پانچ سو سال تک عیسائیت کے خلاف سازش کرتے رہے اور جب اسلام کا ظہور ہوا وہ اس کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوگئے۔ عیسائی بھی ان سازشوں اور اسلام دشمنی میں ان کے ساتھی بن گئے تاہم خیبر میں ذلت آمیز شکست کے بعد یہودی تو کھلے عام اسلام کے خلاف سازش نہیں کرسکے مگر عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تصادم کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رہا یہاں تک کہ صلیبی جنگوں میں انھیں بھی شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا۔

دنیا کے بڑے حصہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا حالانکہ عیسائیوں نے بھی وقتی طور پر خاموشی اختیار کرلی مگر نفرت اور حسد کی آگ اندر ہی اندر بھڑکتی رہی اور وہ مسلمانوں کی طاقت توڑنے کے لیے مختلف طریقے اور حربے ڈھونڈتے رہے۔ انھیں یہ سمجھنے میں بھی دیر نہیں لگی کہ وہ اپنے دور کے روایتی ہتھیاروں سے مسلمانوں کو زیر نہیں کرسکتے اس لیے انھوں نے حربی ایجادات کا راستہ اختیار کیا۔ انھوں نے مہلک اسلحوں اور عام تباہی کے ہتھیاروں کی طرف توجہ مبذول کی جس کے نتیجہ میں انھوں نے ایک بار پھر جنگ کے میدان کا نقشہ بدل ڈالنے میں کامیابی حاصل کرلی جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ عیسائیت دنیا کے ایک وسیع و عریض خطے پر نہ صرف قابض ہے بلکہ پوری دنیا کے سیاہ وسفید کی مالک بنی ہوئی ہے۔ اس سب کا سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ پوری دنیا اور تمام اسلام دشمن طاقتیں عیسائیت کی پشت پر کھڑی ہوئی ہیں اور کوئی موقع ایسا ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں جس سے وہ عالم اسلام اور مسلمانوں کو زک پہنچا سکتی ہوں۔ فلسطین بھی انھیں میں سے ایک ہے۔

۷۳ سال قبل ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کا وہ منحوس دن تھا جب برطانیہ، امریکہ اور ان کے اتحادیوں نے ایک مسلم ملک یعنی فلسطین میں آباد پرامن شہریوں کو ان کے گھروں سے نکال کر یہودیوں کو ایک مملکت اس لیے تحفے میں دے دی تھی کہ یہودیوں نے جرمنی کے ڈکٹیٹر اوڈولف ہٹلر کی حکومت میں رہتے ہوئے بھی اتحادی فوجوں کی مدد کی تھی۔ یہودیوں کو تحفے میں یہ سرزمین اس لیے دی گئی کہ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق کئی ہزار سال پہلے اللہ نے ان کو یہ زمین تحفے میں دی تھی اور اب وہ تحفہ ایک تیز دھار والا خنجر بن کر مسلسل مسلمانوں کے دلوں میں پیوست ہورہا ہے۔ یہودیت کے اسی خنجر سے ننھے ننھے بچوں کے گلے محض اس لیے کاٹے جارہے ہیں کہ وہ آزادی کی فضا میں سانس لینا چاہتے ہیں اور وہ اپنی ہی سرزمین پر دوسرے درجے کے شہری بن کر نہیں رہنا چاہتے۔ اسی خطا کی سزا میں آج غزہ کی سرزمین پر اسرائیلی جلاد مسلسل بم گرارہے ہیں۔

یہودی درندے سمجھ رہے ہیں کہ ان کے جدید ترین ہتھیار اور فضائی حملے فلسطینی جاں بازوں کو خاموش کردیں گے جو گزشتہ تہتر برسوں سے مسلسل طاغوتی اور شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کررہے ہیں مگر شاید انھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ وہی جانباز اور اپنے وطن کے فداکار ہیں جن کی زبانیں پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری دن تک نغمہ شہادت کے علاوہ کسی دوسرے نغمہ سے آشنا ہی نہیں ہیں۔ فلسطین کے یہ جانباز نوجوان غاصب اور درندے صیہونیوں کو یہ بار بار سمجھانے کی کوشش بھی کررہے ہیں کہ اہل حق کی گردنوں کو نشانہ بنانے والے خنجروں کا مقدر شکست کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوا کرتا۔

یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے جب اسرائیلی طیارے غزہ کو ایک وسیع وعریض مقتل میں تبدیل کررہے ہیں۔ یہ بھی کوئی پہلا موقع نہیں کہ جب اسرائیل کی بربریت کا سامنا غزہ کے مجاہدین کررہے ہیں۔ ہاں یہ پہلی بار ہورہا ہے کہ غزہ کی حمایت میں پورے مغربی کنارے کے فلسطینی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یروشلم سے لے کر رملہ تک، نابلس سے لے کر حیفہ تک اور جعفہ سے لے کر کرلوڈ تک ہر جگہ فلسطینی عوام حماس کی حمایت میں مظاہرے کررہے ہیں۔ اصل میں مغربی کنارے کے تمام شہروں میں آباد فلسطینیوں کے پاس نہ تو ہتھیار ہیں نہ ان کی کوئی فوج ہے۔ وہ پتھروں، جلتے ہوئے ٹائروں اور غلیلوں سے اسرائیلی مسلح افواج سے ٹکراتے ہیں، مگر اسرائیل کے ظالم و جابر حکمراں ان نہتے لوگوں پر بھی گولیاں برسانے میں کوئی دریغ نہیں کرتے۔

اس وقت پورے اسرائیل میں ایک طرح سے ۱۹۴۸ء جیسے حالات کا فلسطینیوں کو سامنا کرنا پڑرہا ہے، جب مسلمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور چن چن کر فلسطین سے باہر نکالا جارہا تھا اور جو ترکِ وطن سے انکار کردیتا تھا اسے موت کی نیند سلا دیا جاتا تھا، آج بھی صورتِ حال بعینہٖ وہی ہے۔ اسرائیل کے مقبوضہ علاقے میں جو اور جہاں کوئی مسلمان موجود ہے اسے چن چن کر لنچنگ کا شکار بنایا جارہا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اسرائیلی درندوں کی حوصلہ افزائی وہ نومنتخب امریکی صدر جوئے بائیڈن بھی کررہا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ وہ ٹرمپ کی فلسطین پالیسی پر ازسرنو غور کریں گے۔ انھوں نے یہ کہہ کر جلتی پر تیل ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ اسرائیل کو اپنے دفاع کا پورا حق ہے جس کا مطلب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ اسرائیل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس طرح چاہے فلسطینیوں کے خون سے اپنے ہاتھ لال کرتا رہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج جب یہ تحریر لکھی جارہی ہے فلسطینیوں پر اسرائیلی افواج کے جارحانہ حملوں کا گیارہواں دن ہے اور اب تک پچھتّر بچوں سمیت ڈھائی سو سے زائد فلسطینی جامِ شہادت نوش کرچکے ہیں اور ابھی بھی اسرائیل کا درندہ صفت وزیر اعظم نیتن یاہو بار بار کہہ رہا ہے کہ حملوں کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ وہ غزہ اور فلسطینی علاقوں کی بجلی بھی کاٹ دینے کی دھمکی دے رہا ہے۔ اسرائیلی درندے پناہ گزینوں کے کیمپوں کو بھی اپنا نشانہ بنانے سے باز نہیں آرہے ہیں جہاں تادم تحریر ایک درجن بچے اور ڈیڑھ درجن فلسطینی شہادت سے سرفراز ہوچکے ہیں۔

ہمارے خیال میں اسرائیل دنیا کی ایک ایسی واحد ریاست ہے جس کا قیام دہشت گردی کی بنیاد پر ہوا۔ یہ افتخار بھی صرف اسرائیل کو حاصل ہے کہ ایسے تین لوگ اس کے وزیر اعظم بنے جو پہلے اشتہاری مجرم تھے۔ بن غوریان، میناخم بیگن اور اسحاق شمیر نام کے تین خونخوار دہشت گرد جن کے سروں پر کسی زمانے میں برطانوی حکومت نے ہزاروں پاؤنڈ کے انعام کا اعلان کیا ہوا تھا، اسرائیل کے سربراہ بنے، جنھوں نے اسرائیل کے قیام کی تاریخ پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ ہوٹلوں میں بم دھماکے، بس مسافروں کو اغوا کرنے، مزدوروں کو قتل کرنے اور دیہی علاقے میں گولیاں برسانے کے درجنوں واقعات صیہونیوں کی دہشت گرد تنظیموں نے اس لیے انجام دیئے تھے کہ مسلمان بھاگ جائیں۔ ظاہر ہے جس ملک کی بنیاد میں ہی مظلوموں اور نہتوں کا خون شامل ہو، اس ملک کے قیام کے بعد کوئی یہ کیسے امید کرسکتا ہے کہ وہ انسانی حقوق، عالمی قوانین اور بین الاقوامی ضابطوں کی پرواہ کرے گا؟ ۱۹۴۸ء سے لے کر آج تک کوئی دن ایسا نہیں گیا جب اسرائیل نے فلسطین کے نہتے مسلمانوں پر ظلم وستم نہ ڈھائے ہوں۔ اب تک کتنے ہزار فلسطینی مسلمان اسرائیل کے فوجیوں کے ہاتھوں مارے جاچکے ہیں۔ اس کا حساب بھی شاید کسی کے پاس نہ ہو۔

یہ بات بہرحال خوش آئند ہے کہ گزشتہ دس دنوں سے عیسائیوں اور فلسطینی مسلمانوں کے درمیان جو تصادم ہورہا تھا، اس میں حماس کے راکٹوں نے ایک نیا رنگ بھر دیا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اسرائیلی فوجیوں نے مسجد اقصیٰ پر حملے کرکے ۷۰۰ بے بس اور نہتے مسلمانوں کو زخمی کردیا تھا جن میں سے ۵۰۰ مجروحین ایسے تھے جن کو اسپتال میں داخل ہونا پڑا تھا۔ ویسے مسجد اقصیٰ پر صہیونیوں کی یلغار کوئی نئی بات نہیں، کئی بار اسرائیلی پولیس وہاں مسلمانوں کے داخلے اور مسجد میں نماز پڑھنے پر پابندی لگا چکی ہے، مگر یہ پہلا موقع ہے کہ مسجد اقصیٰ پر حملہ کرنے کی پاداش میں غزہ پٹی سے حماس کے مجاہدین نے اسرائیل پر راکٹ برسانا شروع کردیئے اور اسرائیلی افواج کو کھلا چیلنج دے دیا۔ یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ اسرائیل کی طاقت کا سامنا کرنا حماس یا اسلامی جہاد جیسی فلسطینی تنظیموں کے بس کی بات نہیں، کیونکہ اسرائیل نے اپنے ملک پر ہونے والے میزائل یا فضائی حملوں کو روکنے کا زبردست انتظام کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنے اس دفاعی نظام کو آہنی گنبد کا نام دیا ہوا ہے۔ اس جدید ترین نظام کی وجہ سے حماس کے راکٹ اسرائیل کی طرف بڑھتے ضرور ہیں، مگر راستے میں ہی تباہ ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسرائیل نے اپنے شہریوں کی حفاظت کرنے کے لیے پورے ملک میں زمین دوز پناہ گاہیں بنا رکھی ہیں، جیسے ہی ہوائی حملے کا سائرن بجتا ہے، تمام صہیونی اپنے اپنے گھروں سے نکل کر جگہ جگہ بنے تہہ خانوں میں چھپ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے صہیونیوں کا مالی نقصان تو ہوجاتا ہے، مگر جانی نقصان نہیں ہوتا، مگر اس بار حماس کے باہمت مجاہدین نے اتنی بڑی تعداد میں راکٹ داغے کہ اسرائیل کا فولادی گنبد بھی ان کو روک نہیں سکا اور حماس کے راکٹ سرحدی شہروں اشکلون اور بیت الحنون کے ساتھ ساتھ مغربی یروشلم اور تل ابیب تک تباہی مچانے میں کامیاب ہوگئے۔ اس بار کے حملوں میں کئی اسرائیلی ہلاک اور ۲۰۰ سے زیادہ زخمی ہوئے جس کی وجہ سے پورے اسرائیل میں چیخ پکار مچ گئی۔ یہاں تک کہ تل ابیب میں واقع بین الاقوامی بن غریان ایئرپورٹ میں بھی بھگدڑ مچ گئی اور تمام مسافروں اور عملے کے لوگوں کو پاس کی پناہ گاہوں میں جاکر چھپنا پڑا۔ ایئرپورٹ کا سارا کام کاج ایسے ٹھپ ہوا کہ آنے جانے والی ساری فلائٹس کو بند کرنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ صہیونی حکام کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ مسجد اقصیٰ میں نہتے مسلمانوں پر ہوئے حملوں کا بدلہ لینے کے لیے وہاں سے ۹۷ کلومیٹر دور بیٹھے حماس کے مجاہدین نکل پڑیں گے۔ صہیونی حکومت کو کہاں علم تھا کہ اس بار اس کے آہنی گنبد میں سیندھ لگا کر حماس کے راکٹ تل ابیب کے جدید ترین شہر اور مغربی یروشلم کی فیشن ایبل بستیوں میں بھی تباہی مچادیں گے اور اسرائیل کے اندر بھڑکتے شعلوں کی تصویریں پہلی بار انٹرنیشنل میڈیا پر دِکھائی پڑیں گی۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ حماس کے اس قدم سے مغربی کنارے میں آباد فلسطینیوں میں حماس کی مقبولیت میں زبردست اضافہ ہوا ہے اور وہ حماس کی اس کارروائی سے بہت متاثر نظر آرہے ہیں۔ واضح ہو کہ غزہ پٹی اور مغربی کنارے کے فلسطینیوں کے درمیان کافی اختلاف رہے ہیں، کیونکہ غزہ پر حماس کا کنٹرول تھا اور مغربی کنارے پر الفتح کا، مگر حماس کے جانبازوں کی جانب سے اسرائیل کو سخت پیغام دیئے جانے کے بعد اب پورے فلسطینی ایک ہی پلیٹ فارم پر آگئے ہیں جو اسرائیل کے لیے ایک برا شگون ہے اور اب وہ مسجد اقصیٰ کو نشانہ بنانے سے پہلے سو بار سوچے گا، اس لیے کہ اسرائیلی صرف ایک زبان سمجھتے ہیں اور وہ ہے طاقت کی زبان۔ طاقت کی زبان مسلمان بھی بول سکتے ہیں مگر وہ آپس میں تقسیم ہیں۔ اس تقسیم کا دائرہ مزید بڑھانے کے لیے اسرائیل اور اس کے حلیفوں کی شروع سے یہ سازش رہی ہے کہ پورے قضیہ کو صرف فلسطین اور اسرائیل کا جھگڑا بنائے رکھا جائے۔ امریکی بلاک میں شامل مسلم حکمراں اس قضیہ کو صیہونیت اور عالم اسلام کا قضیہ بننے دینا نہیں چاہتے حالانکہ اس سچ سے وہ واقف ہیں، مسجد اقصیٰ تمام مسلمانوں کے لیے قابل احترام ہے۔

یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ امریکہ کے حلیف مسلم ممالک فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کا ساتھ دینے کے بجائے ہمیشہ اسرائیل کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں۔ امریکہ کے اشاروں پر ناچنے کی وجہ سے مسلم ممالک کے حکمراں فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ ان کو لگتا ہے کہ امریکہ کی مرضی کے خلاف چلے تو حکومت چلی جائے گی۔ ہمیں یقین ہے جس دن مسلم ممالک امریکہ کا دامن چھوڑ کر اللہ کا راستہ اختیار کرلیں گے اور آپس میں ایک ہوجائیں گے اسی دن فلسطین کا مسئلہ حل ہوجائے گی۔ اسرائیل طاقتور اس لیے نظر آتا ہے کہ مسلمان بکھراؤ کا شکار ہیں، جس دن مسلمان ترکی سے لے کر مصر تک، سعودی عرب سے لے کر ایران تک، افغانستان سے لے کر انڈونیشیا تک اور بنگلہ دیش سے لے کر پاکستان تک ایک ہوگئے، اسی دن اسرائیل کی طاقت کا سارا بھرم ٹوٹ جائے گا۔ ▢▢

یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے جب اسرائیلی طیارے غزہ کو ایک وسیع و عریض مقتل میں تبدیل کررہے ہیں۔ یہ بھی کوئی پہلا موقع نہیں کہ جب اسرائیل کی بربریت کا سامنا غزہ کے مجاہدین کررہے ہیں۔ ہاں یہ پہلی بار ہورہا ہے کہ غزہ کی حمایت میں پورے مغربی کنارے کے فلسطینی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہر جگہ فلسطینی عوام حماس کی حمایت میں مظاہرے کررہے ہیں۔ اصل میں فلسطینیوں کے پاس نہ تو ہتھیار ہیں نہ ان کی کوئی فوج ہے۔ وہ پتھروں، جلتے ہوئے ٹائروں اور غلیلوں سے اسرائیلی مسلح افواج سے ٹکراتے ہیں، مگر اسرائیل کے ظالم و جابر حکمراں ان نہتے لوگوں پر بھی گولیاں برسانے میں کوئی دریغ نہیں کرتے۔

یہ افتخار صرف اسرائیل کو حاصل ہے کہ ایسے تین لوگ اس کے وزیر اعظم بنے جو پہلے اشتہاری مجرم تھے۔ بن غوریان، میناخم بیگن اور اسحاق شمیر نام کے تین خونخوار دہشت گرد جن کے سروں پر کسی زمانے میں برطانوی حکومت نے ہزاروں پاؤنڈ کے انعام کا اعلان کیا ہوا تھا، اسرائیل کے سربراہ بنے، جنھوں نے اسرائیل کے قیام کی تاریخ پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ ہوٹلوں میں بم دھماکے، بس مسافروں کو اغوا کرنے، مزدوروں کو قتل کرنے اور دیہی علاقے میں گولیاں برسانے کے درجنوں واقعات صیہونیوں کی دہشت گرد تنظیموں نے اس لیے انجام دیئے تھے کہ مسلمان بھاگ جائیں۔

یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ امریکہ کے حلیف مسلم ممالک فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کا ساتھ دینے کے بجائے ہمیشہ اسرائیل کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں۔ امریکہ کے اشاروں پر ناچنے کی وجہ سے مسلم ممالک کے حکمراں فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ ان کو لگتا ہے کہ امریکہ کی مرضی کے خلاف چلے تو حکومت چلی جائے گی۔

میزان

نثار احمد حصیر القاسمی

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

ہم دیکھتے ہیں کہ آج مسلم معاشرہ بغض وحسد، کینہ وکپٹ، عداوت ودشمنی، ترک تعلق اور اس طرح کی بے شمار برائیوں کی لعنت میں جکڑا ہوا ہے، جس کے اسباب صرف دنیوی اغراض اور مادی منفعت ہوتے ہیں، معاشرہ تو بہت سے خاندانوں سے مل کر وجود میں آتا ہے، اور اس کے اندر اس طرح کی برائیاں خاندانی عدم توازن کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، خاندان کے اندر جب انارکی پیدا ہوتی اور بگاڑ اپنا پنجہ گاڑ لیتا ہے تو اس کا اثر اس معاشرہ پر پڑتا ہے جس معاشرہ کا یہ خاندان ایک حصہ ہے، خاندانی انتشار ہی کی وجہ سے آج ہم دیکھتے ہیں کہ گھر گھر نافرمانیاں ہو رہی ہیں، ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کے درپے آزار ہے، تعلقات منقطع ہیں اور بسا اوقات ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ صلہ رحمی ناپید ہوتی جارہی ہے اور اس کی جگہ قرابت داروں کی حق تلفی اور قطع رحمی نے لے لی ہے۔ آپسی الفت ومحبت مفقود ہوتی جارہی ہے، اور رحم وکرم، ایثار وقربانی اور خیر خواہی کا جذبہ ماند پڑتا جارہا ہے، اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جارہے ہیں، اسلامی اخلاقیات سے نا آشنا ہوگئے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو پس پشت ڈال دیا ہے، ہم نے اپنا شیوہ خوش اخلاقی کی جگہ بد اخلاقی کو بنالیا ہے، حالانکہ متعدد قرآنی آیتیں اور بے شمار احادیث نبوی بصراحت قطعی رحمی، آپسی رنجش، بغض وحسد، کینہ وکپٹ رکھنے اور قطع تعلق کرنے کی حرمت پر دلالت کررہی ہیں، مگر ہم یا تو اس کا علم رکھتے ہوئے بھی اس سے اعراض کئے ہوئے ہیں یا لاعلمی وجہالت کی وجہ سے غیر اسلامی طریقہ اپنائے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں اور ہر ایسے بندے کی مغفرت کی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والا نہیں ہوتا البتہ ایک ایسا شخص بھی ہے جس کی مغفرت نہیں کی جاتی اور یہ وہ شخص ہے جس کے اندر اپنے بھائی سے کینہ اور بغض وحسد ہوتا ہے، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہیں چھوڑے رکھو یہاں تک کہ یہ اپنے بھائی سے مصالحت کرلے، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنے بھائی سے مصالحت کرلے۔ انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنے بھائی سے مصالحت کرلے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ)

شرک کی برائی اتنی خطرناک اور بھیانک ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو بندوں کے تمام گناہوں کو معاف کردے مگر شرک اکبر کو کسی بھی قیمت پر معاف نہیں کرتے، اس کی صراحت سورۂ نساء، سورۂ حج، سورہ لقمان، سورۂ زمر اور اس کے علاوہ بہت سی سورتوں اور آیتوں میں موجود ہے، اس قدر بھیانک جرم کے ساتھ ملا کر کینہ وکپٹ کا ذکر کرنا اس کی خطرناکی کو ظاہر کرتا اور شرک ہی کی طرح اس سے بچنے کی تاکید کرتا ہے، اسی لئے اللہ کے نبی صلعم نے فرمایا ہے: **لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایام** کہ کسی مسلمان کے لئے حلال وجائز نہیں کہ وہ تین دنوں سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق کرے۔

حافظ ابن عبدالبر نے اس حدیث کی تشریح

کسی سے دنیاوی ومادی اغراض کی بنیاد پر اگر بغض وعناد ہے تو اسے دور کرتے ہوئے صلح ومصالحت کی طرف آگے بڑھیں، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور عام لوگوں سے اگر کسی وجہ سے ترک تعلق ہے تو اسے پس پشت ڈال کر بھائی چارگی اختیار کریں تاکہ اس دنیا سے ہم اس طرح رخصت ہوں کہ ہمارا دل سبھوں سے صاف ہو۔

کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اللہ کے نبی صلعم نے اپنی ان احادیث کے ذریعہ اہل ایمان سے ترک تعلق، بغض وعداوت اور کینہ کپٹ رکھنے کے گناہ کو ظاہر کیا ہے کیونکہ ایمان کا تقاضہ ہے کہ لوگوں کا خون ان کے اموال اور ان کی آبرو محفوظ رہے اور اس کے شر سے دوسرے محفوظ رہیں، اس لئے کسی مسلمان کے لئے حلال وجائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے ترک تعلق کرے، ان سے بغض وعداوت رکھے بلکہ ایمان کا تقاضہ ہے کہ ایمان والوں کے درمیان الفت ومحبت کی فضا قائم ہو اور آپسی اعتماد کا ماحول معاشرہ میں پھیلے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں کے حقوق کو خود معاف کرنے کے بجائے صاحب حق بندوں کی معافی پر محول کردیا ہے، اور شاید اسی لئے اس حدیث کے اندر کہا گیا ہے کہ کینہ رکھنے والے بندوں کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ خود آپس میں صلح کرلیں، اور آپس میں معافی تلافی کرلیں، اگر وہ آپس میں اپنے حقوق کا معاملہ صاف کرلیتے ہیں تو باقی حقوق جس کا تعلق اللہ سے ہے وہ اسے معاف کردے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **انما المومنون اخوۃ** . ایمان والے سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا.** اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار مت دو، اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، ہم سفروں، مسافروں اور غلاموں وباندیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اللہ تعالیٰ اکڑنے والوں اور فخر ومباہات کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (النساء)

اس آیت کے اندر اقارب کا عطف والدین پر کیا گیا ہے اور اس پر یتیم ومسکین، پڑوسی، بیویاں، مسافرین اور باندیوں کا عطف کیا گیا ہے، ان تمام کو شامل کرتے ہوئے حسن سلوک کی تائید اس لئے کی گئی کہ اس کا فائدہ پورے معاشرے کو پہنچے اور سب لوگ امن وامان، حسن اخلاق اور باہمی الفت ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا آپس میں نہ بغض رکھو، نہ حسد کرو، نہ ایک دوسرے کے درپے آزار ہو، اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔ (ترک تعلق کرے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین شب سے زیادہ ترک تعلق کرے کہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں تو یہ ادھر رخ پھیر لے اور وہ ادھر رخ پھیر لے، دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (متفق علیہ)

کتب حدیث کے اندر بے شمار ایسی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جس میں نبی کریمؐ نے لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے الفت ومحبت کرنے، ہمدردی وخیر خواہی کا معاملہ کرنے ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھنے، باہمی تعاون کو فروغ دینے پر ابھارا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ایک مومن دوسرے مومن (باقی صـ۱۴ پر)

دریچے

م۔س۔ج۔

اصنافِ سخن کا سرمایہ: غالبؔ

بیشک اُردو شاعری میں بہت اچھے اور پائے کے شعرائے کرام گزرے ہیں مگر غالبؔ کی شاعری یا ان کی سخن وری کا انداز ہی کچھ نرالا ہے۔ یوں تو غالبؔ نے تقریباً تمام اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی شاعری میں جہاں فصاحت وبلاغت ہے وہیں ذہنوں کو مسحور کرنے کے لیے رنگ تغزل اور نغمگی بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ مرزا اسداللہ خاں غالبؔ ان خوش قسمت مشاہیر میں سے ہیں جن کی شاعری، شخصیت اور ادبی کارناموں پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بایں ہمہ اہل علم حضرات کی علمی وادبی تحقیقات اس باب میں برابر جاری ہیں جس کے نتیجے میں ہم مرزا غالبؔ کے حسن کلام اور ان کی فنی خوبیوں کے نئے نئے گوشوں سے آشنا ہوتے رہتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس پسندیدگی اور مقبولیت کے کیا اسباب ہیں؟ نہ صرف ذی علم حضرات بلکہ معمولی اُردو جاننے والے بھی مرزا کی شخصیت اور کلام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کے بے شمار اشعار اور مقطعے زبان میں اس طور پر داخل ہوگئے ہیں کہ وہ زبان ہی کا ایک جز بن گئے ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

زندگی اپنی جب اس رنگ سے گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے خدا رکھتے تھے

ان اشعار سے ہماری زبان اور کان نا آشنا نہیں ہیں۔ نجی صحبتوں سے لے کر علمی اور ادبی گفتگو تک ہر موقع اور مقام پر یہ اشعار تکرار کے ساتھ سننے میں آتے ہیں اور لذتِ کام ودہن میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مرزا ایک بلند پایہ شاعر تھے تو ان کے معاصرین میں اس قبیل کے اور بھی شاعر اور باکمال حضرات گزرے ہیں، لیکن خاص وعام میں ان کو وہ مقبولیت حاصل نہیں ہے جو مرزا غالبؔ کی ذات کو ہے۔ مرزا غالبؔ نے اُردو شاعری میں قابل رشک سرمایہ یادگار چھوڑا جو آج لافانی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے بار بار اس بات کو دہرایا کہ شاعری معنی آفرینی ہے، قافیہ پیمائی نہیں۔ ان کے نزدیک اپنی شخصیت کے ہمہ جہت پہلو اپنے مخصوص تاثرات اور مزاج کی گوناگوں کیفیات کے بیان کا نام شاعری ہے۔ مرزا غالبؔ کی انفرادیت کی خصوصیت اس بات میں مضمر ہے کہ انھوں نے کسی ناموری یا ستائش کی تمنا کیے بغیر شعر کہے ہیں۔ اس ضمن میں خود غالبؔ نے یوں کہا ہے:

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

غالبؔ کی عظمت یہ ہے کہ انھوں نے اس میں اپنی جدتِ طبع سے کام لیا ہے۔ مسلسل غزلیں کہیں اور بھی شاعری کی جو اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ ان کے دل میں احساسات وجذبات کا امنڈتا ہوا طوفان ہے جو ایک روانی کے ساتھ بہتا چلا جارہا ہے۔ یہ ان کی قادر الکلامی کی دلیل ہے کہ وہ اپنے مربوط ومسلسل افکار، تشبیہوں اور استعاروں کے ذریعہ قطرے میں دجلہ اور جز میں کل کے منظر پیش کیے ہیں۔ بقول غالبؔ:

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے

بہرکیف شاعری کی فطری انا اپنا اظہار چاہتی ہے:

آج مجھ سا نہیں زمانے میں
شاعر نغز گو و خوش گفتار

غالبؔ اُردو ادب وشعر کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ علم وادب کی جو دولت انھوں نے بخشی اتنی کسی دوسرے شاعر سے منسوب نہیں کی جاسکتی۔ ان کی اسی ہمہ گیری نے انھیں گوئٹے، بیدل، ترئین اور ٹیگور کے مقابل بنادیا ہے۔ ان میں ایک فلسفی کے عقل وادراک، ایک دور اندیش صوفی کی نگاہ اور ایک مصور کی فنکاری ہے جس کے سبب اپنے کام سے وہ اپنے کاغذی تاج محل ڈھال چکے ہیں۔ ان کے کلام کی بلند خیالی، جدت اور شوخی ہی شاعری کی خصوصیات ہیں۔ فلسفیانہ گہرائی غالبؔ کے کلام کی خاص خوبی ہے۔ اس کے علاوہ رندی وسرمستی، شوخی وظرافت، ندرتِ خیال اور نادر تشبیہات واستعارات نے غالبؔ کے کلام کو نمایاں ومنفرد مقام عطا کیا ہے۔ مثلاً:

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

....

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا

یوں غالبؔ فارسی اور اُردو کے شاعر کے طور پر اپنی پہچان رکھتے ہیں، لیکن نثر میں بھی کمال انداز تحریر اپنایا جو پڑھنے والوں کو تحریر کے اختتام تک جکڑے رکھتا ہے۔ 'مکاتیبِ غالبؔ' مرزا غالبؔ کی پرتاثیر تحریر کے اعلیٰ شاہ پارے ہیں۔ غالبؔ نے ہی خط کو آدھی ملاقات قرار دیا اور خط تحریر کرتے ہوئے ایسا انداز متعارف کرایا کہ گویا جس کے لیے خط لکھا جارہا ہے وہ سامنے بیٹھا سب دیکھ رہا ہے۔ مرزا غالبؔ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک اور ظریفانہ مزاج کے حامل انسان تھے۔ حاضر جوابی بھی مرزا غالبؔ کا ایک خاصہ تھی۔ مرزا غالبؔ کو جتنی پذیرائی اس کی زندگی میں ملنی چاہیے تھی نہیں ملی۔ وہ خود بھی اپنے آپ کو آنے والے زمانے کا شاعر کہتے تھے۔ غالبؔ کو ایک نئ حد کی تشکیل کا پورا پورا احساس تھا اور وہ جدید عہد کے مضمرات کو قابل قدر جانتے تھے۔ ان کے خیال میں مردہ پروری مبارک کام نہ تھا۔ وہ مستقبل کی جانب نظر رکھتے تھے اور یہ اندازِ نظر ان کی بالیدگی طبع پر دلیل ہے اور ان کے سماجی مزاج کی ترجمان ہے۔ غالبؔ نے اُردو اور فارسی زبان میں کئی شاہکار شعر تخلیق کیے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے مرزا اسداللہ خاں غالبؔ کی خودنوشت 'یادگارِ غالبؔ' کے عنوان سے تحریر کی۔

گوشہ روزگار

انگریزی زبان میں ہیں کیریئر کے مواقع (۲)

گروپ ڈسکشن کی مہارت

کسی کے گفتگو کرنے کے فن کی جانچ کا موثر طریقہ گروپ ڈسکشن ہے، لہٰذا آج کسی بھی ملازمت میں فائنل انٹرویو سے قبل عام طور پر گروپ ڈسکشن میں حصہ لینا ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ انگریزی زبان کی تربیت دینے والے ٹرینر ماہرین کو گروپ ڈسکشن کیلئے بھی تیار کرتے ہیں۔ گروپ ڈسکشن میں ماہرین امیدوار میں درج ذیل چیزوں کو پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ موضوع کی بہتر معلومات، کمیونی کیشن اسکلز، خود اعتمادی، خود سے بات شروع کرنے کا فن، لیڈرشپ کوالٹی، ٹیم اسپرٹ۔

انٹرویوی اسکلز

انٹرویو ایک شخص کی مکمل شخصیت کی جانچ ہے۔ اس کی تیاری کے لیے عام طور سے ماہرین امیدوار کی مکمل شخصیت سازی کا کام کرتے ہیں۔ جس میں خود اعتمادی، رویہ، قابلیت، سوچ اور اظہار خیال کا طریقہ، ٹیم اسپرٹ، فوری طور پر درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت، نظریات اور نقطۂ نظر پیش کرنے کا اندازہ، نئے جدید خیالات پیش کرنے کا گن۔ ماہرین دراصل اسی فیلڈ میں امیدوار کو تیار کرنے کے لیے کئی بار تفصیلی انٹرویو لیتے ہیں اور مشق کے ذریعہ امیدوار کو تیار کرتے ہیں۔

اورل پرزینٹیشن کا فن

لوگوں کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنا، عوامی خطاب کرنا، کچھ لوگوں کے لیے سب سے مشکل کام ہوتا ہے۔ اس کی تیاری کرنا بے حد مشکل عمل ہے۔ انگریزی زبان کے ماہرین اس ضمن میں درج ذیل چیزیں سکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پرزینٹیشن کا مقصد اور آپ کا رول، آپ کا پیغام اور اصل دعوت، بات پیش کرنے کے لیے دلائل کا استعمال، منصوبہ بندی اور مقصد کے حصول کا طریقہ کار۔ اس میں امیدوار کو اپنی دعوت اور پیغام کو موثر طریقے سے پیش کرنے کے لیے صحیح الفاظ اور جملے کے استعمال کرنے کا فن سکھایا جاتا ہے۔

کیریئر کے مواقع

بحیثیت انگریزی زبان ماہر تربیت دینے والے بحیثیت ٹیچر، بحیثیت ایڈیٹر، بحیثیت وکیل، ترجمہ نگار، جرنلسٹ، مارکیٹنگ منیجر۔

تعلیم و تربیت

ہندستان کی تقریباً سبھی یونیورسٹیز انگریزی زبان میں ڈگری یعنی گریجویشن، پوسٹ گریجویشن کے کورس مہیا کرتی ہیں۔ مختلف ادارے اور کوچنگ مراکز بھی انگریزی زبان کی تربیت کا کام کرتے ہیں۔

چند مشہور یونیورسٹیاں

☆ انگلش اینڈ فارن لینگویز یونیورسٹی، حیدرآباد ☆ جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئ دہلی ☆ دہلی یونیورسٹی، نئ دہلی ☆ پونے یونیورسٹی، پونے ☆ ممبئ یونیورسٹی، ممبئ ☆ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئ دہلی۔

ہندستان کورونا کی دوسری لہر سے حیران رہ گیا ہے، یہ اپنے میں حیران کن بات ہے

ہندستان کیلئے آنیوالے مہینے ہی نہیں کئی سال چیلنج سے پر ہو سکتے ہیں

امریکہ کے کووڈ رسپانس ٹاسک فورس کی ممبر ڈاکٹر سائرہ مڈاڈ کا انٹرویو

سست ویکسی نیشن شرح کے باعث ہندستان کورونا وائرس کو پھلنے پھولنے کا پورا موقع فراہم کررہا ہے جو دُنیا کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہندستان سے جس تیاری کی امید تھی وہ ناکافی ثابت ہوئی۔ یہ کہنا ہے ڈاکٹر سائرہ مڈاڈ کا جو امریکہ کے نیویارک سٹی ہیلتھ اسپتال چین کی سینئر ڈائریکٹر ہیں۔ یہ امریکہ کا سب سے بڑا میڈیکل ادارہ ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر مڈاڈ امریکہ کے کووڈ رسپانس ٹاسک فورس کی ممبر اور نیویارک میں کووڈ ٹیسٹ، ٹریس اور ٹیک کیئر پروگرام کے ساتھ کووڈ ویکسین کمیونی کیشن ورک گروپ کی سربراہ بھی ہیں۔ پیش ہے ان سے بات چیت کے اقتباسات۔

س: وبا کی موجودہ صورتِ حال کو کیسے دیکھنا چاہیے، اس سے کب تک نجات مل سکتی ہے؟

ج: ہم ابھی عالمی وبا کے ایمرجنسی فیز میں ہیں اور اس صورتِ حال سے باہر آنے میں دو سال لگ سکتے ہیں۔ وبائیں یکایک ختم نہیں ہوتیں۔ عالمی وبا گھٹنے کے بعد بھی دنیا کے الگ الگ حصوں میں مشکلات بنی رہ سکتی ہیں۔ ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ ۱۸-۱۹۱۷ء میں آیا اسپینش فلو ابھی بھی بیمار کرتا ہے اور اس سے بچنے کے لیے ہر سال فلو شاٹس لینے پڑتے ہیں۔ کووڈ بھی تا حیات رہے گا۔ ماسک، ویکسین اور صحت کے طاقتور انفرا اسٹرکچر سے ہی اس وائرس سے بچا جا سکتا ہے۔

ہمیں دنیا میں کووڈ کے پھیلاؤ سے واقف رہنا ہی پڑتا ہے لہٰذا میں ہندستان کے حالات سے بخوبی واقف ہوں۔ تکلیف کی بات یہ ہے کہ ہندستان جیسے ملک میں اس وائرس سے بچاؤ کے تعلق سے جس سرگرمی اور تیاری کی ضرورت تھی وہ ناکافی رہی ہے۔ ہندستان دوسری لہر کے آنے سے حیران رہ گیا، یہ بھی اپنے آپ میں حیران کن بات ہے۔

س: ہندستان میں کورونا وبا کی موجودہ حالات سے آپ کتنی واقف ہیں؟

ج: میں نیویارک میں ہوں جہاں پوری دنیا سے آئے لوگ رہتے ہیں۔ ہمیں دنیا میں کووڈ کے پھیلاؤ سے واقف رہنا ہی پڑتا ہے لہٰذا میں ہندستان کے حالات سے بخوبی واقف ہوں۔ تکلیف کی بات یہ ہے کہ ہندستان جیسے ملک میں اس وائرس سے بچاؤ کے تعلق سے جس سرگرمی اور تیاری کی ضرورت تھی وہ ناکافی رہی ہے۔ ہندستان دوسری لہر کے آنے سے حیران رہ گیا، یہ بھی اپنے آپ میں حیران کن بات ہے۔ ہندستان میں صحت ڈھانچہ امریکہ کے مقابلہ میں کافی کمزور رہا ہے، پھر بھی امریکہ سے سبق لے کر ہندستان نے بروقت تیاری نہیں کی، جس کا خمیازہ آج عوام کو چکانا پڑ رہا ہے۔

س: ہندستان کو کیا کرنا چاہیے تھا جو وہ نہیں کر پایا ہے؟

ج: ہندستان کی سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ یہاں ڈاٹا میں شفافیت نہیں ہے۔ وباؤں سے لڑنے کے لیے ایماندار ڈاٹا ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے، ورنہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وائرس کا برتاؤ کیا ہے۔ کچھ دنوں پہلے سننے میں آیا کہ ہندستان میں ایک نئی ٹاسک فورس کی تشکیل ہوئی ہے۔ یہ اچھی بات ہے لیکن بہت دیر ہو چکی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی ڈلیوری کیسے ہو، سب سے بڑا چیلنج ہوتا ہے وقت رہتے ان لوگوں تک ضروری میڈیکل سہولت وغیرہ کا مہیا کرانا۔ اس کے لیے شفاف ڈیٹا چاہیے اور ٹیسٹنگ چاہیے۔ صحیح اعداد و شمار ہونے پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنا سامان چاہیے تاکہ اسے مہیا کرایا جا سکے۔ اس کے بعد سپلائی اور تقسیم کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ سب سے بعد میں یہ یقینی بنانا ہوتا ہے کہ ناگہانی حالات جیسے سنامی، مانسون، برفیلے طوفان میں کووڈ کے ساتھ ساتھ دوسری بیماریوں سے متاثرہ مریضوں کی کیسے دیکھ بھال کی جائے۔ ان تمام سوالات پر ہندستان ناکام رہا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہندستان میں آکسیجن، وینٹی لیٹر، اسپتالوں میں بستر اور دواؤں کی کمی رہی ہے۔

س: ایسی صورت میں آنے والے مہینوں میں کس طرح کی پریشانی آ سکتی ہے؟

ج: پوری دُنیا نے ہندستان کی ندیوں میں تیرتی لاشوں کی دل دہلا دینے والی تصویریں دیکھی ہیں۔ یہ منظر ایسے وقت کا ہے جب مانسون آنے والا ہے۔ یہ تیرتی لاشیں الگ قسم کی وبا کو جنم دے سکتی ہیں۔ کیا کووڈ کے ساتھ ساتھ ہندستان ایک اور وبا کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ اگر وائرس پانی سے پھیلنے لگ جائے تو بھیانک تصویر پیش کر سکتا ہے۔ دوسری طرف ہندستان میں ویکسی نیشن کی رفتار بہت سست ہے۔ یعنی وائرس کو پھلنے پھولنے کا بھرپور موقع ملتا رہے گا اور صحیح ڈیٹا نہ ہونے کی وجہ سے وقت رہتے ان کے بارے میں معلومات نہیں مل پائیں گی۔ یہ پوری دُنیا کے کیے کرائے پر پانی پھیر سکتا ہے۔ جس ملک میں بڑی تعداد میں لوگ پورے پریوار کے ساتھ چھوٹے چھوٹے گھروں میں رہتے ہیں وہاں اگر بھیڑ سے وائرس بچوں میں پھیلنے لگتا ہے تو ایسی صورت میں کیا ہوگا اور کیا ہندستان اس کے لیے تیار ہے۔ ابھی یہ کہنا مشکل ہے کہ ہندستان کا نظام پیش آنے والی صورتِ حال کی تیاری کتنی مستعدی سے کر رہا ہے۔ ہندستان

ہندستان کی سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ یہاں ڈاٹا میں شفافیت نہیں ہے۔ وباؤں سے لڑنے کے لیے ایماندار ڈاٹا ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے، ورنہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وائرس کا برتاؤ کیا ہے۔ کچھ دنوں پہلے سننے میں آیا کہ ہندستان میں ایک نئی ٹاسک فورس کی تشکیل ہوئی ہے۔ یہ اچھی بات ہے لیکن بہت دیر ہو چکی ہے۔

کے لیے آنے والے مہینے ہی نہیں کئی سال چیلنج سے پر ہو سکتے ہیں۔

س: آپ کے مطابق عام آدمی کیا کر سکتا ہے؟

ج: سب سے پہلے تو جھوٹے پروپیگنڈے اور غلط علاج سے بچنے کی ضرورت ہے۔ مجھ سے ایک بار پوچھا گیا تھا کہ کیا چائنیز فوڈ کورونا سے متاثر کر سکتا ہے، بہت سے لوگ پھل، سبزی لا کر بلیچنگ پاؤڈر سے دھونے لگے ہیں۔ پیپر چھونے سے پرہیز کرنے لگے ہیں۔ یہ سب وقت ضائع کرنے والی باتیں ہیں۔ جھوٹ اور بھیڑ سے بچیں، ماسک پہنیں، صفائی رکھیں اور ویکسین لگائیں، یہ ہی اس وبا سے نجات میں مددگار بن سکتے ہیں۔ □□

بی جے پی قائدین زندگیاں بچانے کی جگہ ویکسین بچانے کا مشورہ دے رہے ہیں: منیش سسودیا

دہلی کے نائب وزیر اعلیٰ منیش سسودیا نے ۳۱ر مئی کو پریس کانفرنس کے دوران بی جے پی کے ذریعہ بحران کے وقت کی جارہی ناقص سیاست کی مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی حکومت اور بی جے پی کی حکمرانی والی ریاست کورونا مینجمنٹ میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے لیکن جب اروند کیجریوال لوگوں کی مدد کر رہے ہیں، تو وہ انھیں برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ نائب وزیر اعلیٰ نے کہا کہ دہلی حکومت کی کوشش ہے کہ جلد سے جلد دہلی کے تمام شہریوں کو ویکسین لگا کر بیماری کی زنجیر توڑ دی جائے، لیکن جب اروند کیجریوال کچھ کرنا شروع کرتے ہیں تو بی جے پی قائدین ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے لگتے ہیں۔ ۲۷ر مئی کو ہریانہ کے وزیر اعلیٰ منوہر لال کھٹر نے ایک بیان دیا کہ اروند کیجریوال ویکسین میں جلدی کر رہے ہیں۔ انہیں ٹیکے لگانے کی رفتار کو کم کرنا چاہئے اور ویکسین کو بچانا چاہئے۔ منیش سسودیا نے کہا کہ بی جے پی نے اپنے کورونا انتظام کی ناکامی کو چھپانے کے لئے بیان کا دفاع کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب ہندوستان میں ویکسین کی پیداوار میں اضافہ کرنے کا وقت تھا، لوگوں میں ویکسین لگانے کا وقت تھا، تو اس دوران مرکزی حکومت کی توجہ امیج مینجمنٹ اور الیکشن مینجمنٹ پر مرکوز تھی۔ اور آج، جب لوگ ویکسین کا مطالبہ کر رہے ہیں، اروند کیجریوال اس ویکسین مہم کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں اور اس بات کو یقینی بنانا چاہتے ہیں کہ تیسری لہر سے پہلے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ویکسین لگائی جائے اور ویکسین کو تحفظ دیا جائے، تب بی جے پی قائدین ان کے ساتھ بدسلوکی کر رہے ہیں۔

منیش سسودیا نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ دہلی کا آکسیجن پہلے ہی رک گیا تھا۔ اروند کیجریوال عدالت گئے اور آکسیجن لے کر دہلی آئے، جس سے ہزاروں جانیں بچ گئیں۔ آج جب اروند کیجریوال دہلی کے تمام لوگوں کے لئے ویکسین مانگ رہے ہیں تو ان کے ساتھ بدسلوکی کی جارہی ہے۔ نائب وزیر اعلیٰ نے یہ بھی کہا کہ چاہے بی جے پی کے لیڈر اروند کیجریوال کے ساتھ کتنی بھی زیادتی کریں، اروند کیجریوال اسی طرح سے ویکسین مانگتے رہیں گے جب تک کہ یہ ویکسین دہلی کے تمام لوگوں کو دستیاب نہ ہوں۔ نائب وزیر اعلیٰ نے بی جے پی رہنماؤں کو تاکید کی کہ بحران کے وقت سیاست کرنے کی بجائے بی جے پی قائدین کو اپنی ریاستوں میں لوگوں کو ویکسین فراہم کرنے پر توجہ دینی چاہئے۔

ھوا کے دوش پر

کورونا کے باوجود فن لینڈ خوش رہنے والوں میں پہلے نمبر پر

کورونا وبا نے لوگوں کی نیندیں اُڑا دی ہیں۔ معیشت کا پہیہ جام ہے اور خوف کی فضا قائم ہے لیکن ایسے میں بھی خوش باش لوگوں کی فہرست میں فن لینڈ پہلے نمبر پر براجمان ہے۔ رپورٹ کے مطابق اقوامِ متحدہ کے تعاون سے خوش رہنے والوں کے مسکن کی سالانہ رپورٹس تیار کرنے والے ادارے نے اس برس بھی ۱۴۹ ممالک میں اوّل نمبر پر فن لینڈ کو دی ہے۔ اس فہرست کے لیے محققین نے ایک ایک ملک جا کر وہاں کے رہائشیوں سے ان کی ذاتی خوشی، ذاتی آزادی، سماجی تعاون اور جی ڈی پی سے متعلق معلومات جمع کیں جبکہ وہاں بدعنوانی کا جائزہ بھی لیا۔ فہرست میں فن لینڈ اوّل، ڈنمارک دوم اور اس کے بعد سوئزرلینڈ، آئس لینڈ اور نیدرلینڈ شامل ہیں۔ اس سال نیوزی لینڈ ایک نمبر کم ہو کر نویں پر آیا ہے۔ نیوزی لینڈ کے علاوہ ٹاپ ٹین میں سارے یورپی ممالک شامل ہیں۔ برطانیہ ۱۳ سے ۱۷، امریکہ ۱۸ سے ۱۹ پر آ گیا تاہم جرمنی نے ۱۷ سے ۱۳ ویں پوزیشن حاصل کر کے خود کو مستحکم کیا اور فرانس دو قدم آگے بڑھتے ہوئے اکیسویں نمبر پر چلا گیا۔ فہرست میں افغانستان کو دنیا کا سب سے ناخوش ملک قرار دیا گیا جس کے بعد افریقی ممالک لیسوتھو، بوٹسوانا، روانڈا اور زمبابوے کا نمبر آتا ہے جبکہ ہندو پاک اوسط درجے کی حیثیت پر ہیں۔

سو افراد نے اپنے نام مچھلی پر رکھ دیئے

تائیوان کی وزارتِ مردم شماری اور نام نے لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ محض سوشی ڈش کھانے کے لیے اپنے نام میں ایک مشہور روغنی مچھلی 'سامن' کا اضافہ سوچ سمجھ کر کریں کیونکہ یہ ایک جذباتی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اب تک سو سے زائد افراد نے سرکے میں تر ٹھنڈے چاولوں، انڈے، سبزی اور سمندری جانداروں سے بنی رول نما 'سوشی' مفت میں کھانے کے لیے اپنا نام باقاعدہ طور پر تبدیل کروایا ہے۔ اس کا اندراج نامہ لیا ہے اور اس کے بدلے سوشی کھائی ہے جو ایک مہنگا کھانا بھی تصور کیا جاتا ہے۔ دوسری جانب تائیوان کے سرکاری اداروں کو اب تک نام تبدیل کرنے کی مزید درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔ وزارتِ داخلہ کے مطابق انسانی ناموں کے قوانین کے تحت صرف تین مرتبہ ہی اپنا نام بدلا جا سکتا ہے۔ یہ رجحان اس وقت شروع ہوا جب ایک مشہور ریستوران 'سوشیرو' نے ایک عجیب و غریب پیشکش کی کہ ایک مقررہ وقت کے درمیان جو بھی اپنے نام میں کسی جگہ 'سامن' کا لفظ لگا لے تو وہ مفت میں سوشی ڈش کا اہل ہوگا کیونکہ اس میں سامن مچھلی شامل کی گئی ہے۔ ریستوران نے یہ بھی کہا کہ نام بدلوانے والے شخص کے ساتھ مزید چار افراد بالکل مفت میں سوشی کھا سکیں گے لیکن انھیں اپنا شناختی کارڈ دکھانا ہوگا۔ ریستوران نے سوشل میڈیا پر یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی سامن کی تحریر میں استعمال ہونے والا صرف ایک 'چینی کیریکٹر' ہی شامل کر لے تو ان سب کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اس کے بعد تائیوان کے سرکاری دفاتر میں نام بدلوانے والوں کا تانتا بندھ گیا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو پہلے نام بدلوا رہے ہیں اور سوشی کی دعوت اُڑا کر دوبارہ پرانا نام درج کروانا چاہتے ہیں۔ وہیں ایک شخص ایسا بھی ہے جسے یہ جان کر مایوسی ہوئی کہ اس کا نام 'سلمن ڈریم' تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جنوبی کوریا کی یہ یوٹیوبر حقیقت میں وجود نہیں رکھتے

ہم نے چین میں ڈیجیٹل کرداروں کو خبریں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے لیکن اب مجازی انسان روئی سے ملئے جو ایک یوٹیوبر ہیں۔ ان کا جسم، آواز اور بال سب حقیقی ہیں لیکن چہرہ مصنوعی ذہانت اور ڈیپ فیک سے تیار کیا گیا ہے۔ اس کردار کا نام روئی اور یوٹیوب چینل کا نام روئی کوری ہے۔ ٹیکنالوجی کی اس شاہکار کے بہت سارے مداح ہیں جس کے بعد ڈیپ فیک ٹیکنالوجی کی بحث دوبارہ زندہ ہو گئی ہے۔ لوگ حیران ہیں کہ کمپیوٹر پر مصنوعی چہرہ سازی اس طرح کا روپ بھی اختیار کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں ڈیپ فیک ٹیکنالوجی کی حدود اور قانون سازی پر غور ہو رہا ہے۔ واضح رہے کہ پہلے یوٹیوب پر ان کا چینل بنایا گیا تو یہ نہیں بتایا گیا کہ ان کا چہرہ اصلی ہے یا نقلی، بعد میں انھوں نے اپنے ڈیپ فیک چہرے کا راز افشاں کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے یوٹیوب پر مقبول ہونے کے لیے مصنوعی چہرے کا سہارا لیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایشیا اور بالخصوص جنوبی کوریا میں کاسمیٹک سرجری کا جنون ہے اور لوگ خوبصورت نظر آنا چاہتے ہیں۔ شاید روئی نے بھی اس لیے ڈیپ فیک ٹیکنالوجی کا استعمال کیا ہے۔ روئی نے اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے اپنے چہرے کو خوبصورت بنانے کے لیے کئی آپریشن کرائے ہیں لیکن اس کے باوجود انھیں ڈیجیٹل چہرے کا سہارا لینا پڑا ہے۔

ماضی کے جھروکے سے
تاریخ ہند کا ایک ورق

"شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے"

شیر میسور ٹیپو سلطان شہید (1)

تحریر: فاروق ارگلی

ہندوستانی تاریخ آزادی کا عظیم ہیرو حیدر علی ریاست میسور کے وزیر نندراج کا ملازم تھا، لیکن اپنی غیر معمولی شجاعت، بلند حوصلگی اور خداداد ذہانت سے ترقی کے مدارج طے کرتا ہوا ایک دن ریاست کا حکمراں بن گیا۔ حیدر علی تعلیم یافتہ نہیں تھا لیکن وہ ایک بہترین سپہ سالار اور غیر معمولی تنظیمی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ حیدر علی 1761 میں میسور پر قابض ہوا۔ ریاست کے راجاؤں کی نااہلی اور عیش پرستی نے ریاست کو تباہ کرکے رکھ دیا تھا۔ حیدر علی کو اقتدار سنبھالتے ہی چاروں طرف سے دشمنوں کی یلغار کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف ہندوستان میں بہت بڑی طاقت بن چکے سازشی انگریزوں سے مقابلہ تھا تو دوسری جانب مرہٹے اور نظام دکن سے لڑنا پڑ رہا تھا۔ حیدر علی نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ریاست میں اپنے اقتدار کو مضبوط کیا۔ اس کے دور حکومت میں ریاست کے عوام خوشحال ہوئے، وہ ایک سچا سیکولر حکمراں ثابت ہوا، اس کی سلطنت میں ہندوؤں کو بھی خوب ترقی کرنے کا موقع ملا۔ اس کے وزراء اور اعلیٰ عہدوں پر لائق ہندو فائز تھے۔ ریاست میں ہر طرف قانون اور انصاف کی بالادستی قائم تھی۔ حیدر علی انگریزوں کی نیت کو پہچان چکا تھا اور انہیں ہندوستان کی آزادی کے لیے زبردست خطرہ سمجھتا تھا۔ انگریز حیدر علی کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف تھے اور اسے ختم کرنے کے در پے تھے لیکن حیدر علی بھی انگریز لٹیروں سے سرزمینِ وطن کو پاک کرنے کا عزم کرچکا تھا۔

1767 میں انگریزوں کے ساتھ انگل (ریاست میسور) میں جو خوفناک جنگ شروع ہوئی وہ 2 سال تک جاری رہی۔ اس جنگ میں مرہٹے اور نظام حیدر علی کے ساتھ تھے۔ 1769 میں انگریزوں نے اس سے صلح کرلینا ہی بہتر سمجھا، دونوں جانب سے مقبوضہ علاقے ایک دوسرے کو واپس کردیے گئے لیکن انگریزوں نے اس صلح نامہ کا احترام نہیں کیا۔ 1780 میں انگریزوں نے حیدر علی کے علاقے ماہی پر حملہ کرکے قبضہ کرلیا۔ حیدر علی نے پوری قوت سے انگریزوں پر فوج کشی کی، لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کے چالاک ترین سربراہ وارن ہسٹنگز نے مرہٹوں اور نظام کو ورغلا کر ملک سے دغا بازی پر راضی کرلیا۔ حیدر علی اس حالت میں بھی بڑی بہادری سے وطن دشمنوں کا مقابلہ کررہا تھا۔ انگریز اپنی تمام تر سازشوں اور اپنی بے پناہ فوجی طاقت کے باوجود حیدر علی کو شکست دینے میں ناکام رہے، اس دوران ایک جنگ میں حیدر علی بری طرح زخمی ہوا اور چند روز بعد انتقال کرگیا۔

حیدر علی ہر لحاظ سے ایک لائق بہادر اور انصاف پسند حکمراں تھا، ہندوستانی تاریخ میں جس کا ثانی دکھائی نہیں دیتا۔ 1782 میں حیدر علی کے انتقال سے انگریزوں کے اکھڑتے ہوئے قدم جمنے لگے، انہیں ہر محاذ پر نیچا دکھانے والا بہادر دنیا سے جاچکا تھا۔ حیدر علی کے انتقال کے بعد اس کے لائق فرزند فتح علی ٹیپو سلطان نے حکومت کی ذمہ داری سنبھالی۔

ٹیپو سلطان کی ولادت 1750 میں ہوئی، تخت نشینی کے وقت اس کی عمر 32 سال کی تھی۔ ٹیپو سلطان دینی و دنیوی علوم سے آراستہ نہایت نیک کردار، حق گو اور بلند حوصلہ نوجوان تھا۔ وہ عربی فارسی، اردو اور کنڑ زبانوں کے علاوہ انگریزی اور فرنچ میں بھی خاصی دستگاہ رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ٹیپو بہترین فوجی تربیت سے آراستہ تھا۔ دراصل ہندوستانی تاریخ کا یہ نامور سپوت ایک اعلیٰ تربیت یافتہ ذہن دماغ کا مالک تھا، وہ بہت سے اہم علوم وفنون سے واقف تھا اور ہر موضوع پر ماہرانہ گفتگو کرسکتا تھا۔ ٹیپو اگرچہ اردو اور کنڑ زبانوں کا ماہر تھا لیکن عام طور پر فارسی میں ہی بات چیت کرتا تھا۔ ٹیپو کو سائنس، طب، انجینئرنگ، علم نجوم، موسیقی اور خطاطی سے بے حد لگاؤ تھا۔ اس کے عہد حکومت میں صنعت، تجارت، زراعت اور دیگر شعبہ ہائے حیات میں نمایاں انقلابی ترقیاں ہوئیں۔

> **انگریز قوم نے اپنی سامراجیت کی تاریخ میں ٹیپو سلطان سے زیادہ اور کسی کو اتنے خوف دہشت اور نفرت کا مرکز نہیں بنایا۔ انگریز اس نوجوان سربراہ ریاست کی لیاقت اور شجاعت کو سمجھ چکے تھے، انہیں یقین ہوگیا تھا کہ ٹیپو سلطان کی موجودگی میں ہندوستان پر پوری طرح تسلط جمالینا ان کیلئے ناممکن ہے۔**

ٹیپو سلطان نے اپنے والد کی قیادت میں جس بہادری اور دانشمندی کا ثبوت انگریزوں کے ساتھ ہونے والی جنگوں میں دیا تھا اس سے انگریز اس سے بری طرح خوفزدہ اور فکرمند تھے۔ یہ نوجوان حکمراں انگریزوں کی راہ میں ایک مضبوط چٹان کی طرح حائل تھا۔ درحقیقت سلطان حب الوطنی، قومی غیرت اور روحِ جہاد کا پیکر تھا۔ انگریز قوم کی سامراجی سازشوں سے نفرت اسے اپنے والد سے وراثت میں ملی تھی۔ ٹیپو سلطان نے تخت نشینی کے وقت اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا: "میں خدا کا ایک حقیر بندہ ہوں، میری زندگی کا بھی کوئی بھروسہ نہیں لیکن میرا فرض ہے کہ جب تک زندہ رہوں، وطن کی آزادی کے لیے جہاد کرتا رہوں، ہزاروں انسان وطن کے لیے موت کے گھاٹ اتر سکتے ہیں لیکن وطن سے محبت کے جذبات نہیں مٹ سکتے۔"

انگریز قوم نے اپنی سامراجیت کی تاریخ میں ٹیپو سلطان سے زیادہ اور کسی کو اتنے خوف دہشت اور نفرت کا مرکز نہیں بنایا۔ انگریز اس نوجوان سربراہ ریاست کی لیاقت اور شجاعت کو سمجھ چکے تھے، انہیں یقین ہوگیا تھا کہ ٹیپو سلطان کی موجودگی میں ہندوستان پر پوری طرح تسلط جمالینا ان کے لیے ناممکن ہے۔ انگریز ٹیپو سے کس قدر خوف زدہ تھے، اس کا اندازہ گورنر جنرل لارڈ کارنوالس کے اس خط سے بہ آسانی ہوجاتا ہے جو اس نے حیدر علی کی وفات اور ٹیپو سلطان کے اقتدار سنبھالنے کے بعد مدراس کے گورنر کو تحریر کیا تھا:

"اس ملک (ہندوستان) میں اپنی عزت اور ساکھ قائم رکھنے کے لیے لازمی ہے کہ ہم ٹیپو سلطان سے فیصلہ کن جنگ کریں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں نہ صرف ٹیپو سلطان کے خلاف لڑنا چاہیے بلکہ اس طاقت کو ہمیشہ کے لیے مٹا دینا چاہیے۔ موجودہ وقت سے بہتر کوئی وقت نہیں ہوسکتا ملک کی دوسری طاقتیں ہمارے ساتھ ہیں (نظام اور مرہٹے وغیرہ) اگر ٹیپو کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور فرانس اس حالت میں آجائے کہ ٹیپو کی مدد کرسکے تو اس صورت میں ہمیں ہمیشہ کے لیے ہندوستان کو خیرباد کہنا ہوگا۔"

ڈیوک آف ولزلی جو سنہ 1796 میں ہندوستان آیا تھا، اپنی یادداشت میں لکھتا ہے: "جب سے میں آیا ہوں، دیکھ رہا ہوں کہ ٹیپو انگریزوں کے لیے مستقل ہوّا بنا ہوا ہے انگریز جب کسی کو خوفزدہ کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں "ٹیپو سلطان کی فوج چل پڑی ہے۔""

اس دور میں ٹیپو سلطان کی بہادری، دور اندیشی اور حکمت عملی سے انگریز ہندوستان میں ہی نہیں، انگلینڈ میں بھی اس کے نام سے ہراساں تھے۔ انگریزوں کی عورتیں اپنے بچوں کو ٹیپو کا نام لے کر ڈرایا کرتی تھیں۔ سنہ 1792 میں انگریزوں نے مرہٹوں اور نظام کو ملا کر ٹیپو پر زبردست حملہ کیا اور اس کی سلطنت کے تقریباً آدھے علاقے پر قبضہ کرکے آپس میں بانٹ لیا۔ یہ شکست سلطان کے لیے زبردست اذیت اور ذلت کا باعث تھی جب اسے ہر طرف سے دشمنوں نے گھیر کر اس پر تین کروڑ تاوان جنگ لگایا جس میں سے ایک کروڑ فی الفور وصول کرلیا گیا اور باقی رقم کی ادائیگی کے لیے دو سال کی میعاد مقرر کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی ضمانت کے طور پر سلطان کے دو کمسن شہزادوں کو انگریزوں کے پاس یرغمال رکھنے کی شرمناک شرط رکھی گئی۔ یہ ذلت آمیز معاہدہ 23 فروری 1792 کو لکھا گیا۔ کمپنی کے گورنر جنرل لارڈ کارنوالس کا خیال تھا کہ ایسی صورت میں جب کہ ٹیپو کی بچی کھچی ریاست کو بری طرح نقصان پہنچا ہے وہ مقررہ وقت میں یہ رقم نہیں ادا کرسکے گا، اس طرح آسانی سے وہ اس کے علاقہ پر قابض ہوجائے گا لیکن مغربی مورخین بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اپنی اس ناکامی سے شیر دل سلطان مایوس نہیں ہوا اس نے پوری ہمت اور حوصلے کے ساتھ نہ صرف اپنی ریاست کے حالت سدھاری بلکہ مقررہ وقت پر زر تاوان بھی ادا کرکے اپنے بچوں کو واپس لے لیا۔ اس نے زراعت، کاروبار، صنعت اور دوسرے شعبوں کی ترقی کے لیے اس طرح کے عملی اقدامات کیے کہ سلطنت کی حالت سدھر گئی۔ (جاری)

برطانوی دستور کی مختصر تاریخ (۱۹)

برطانیہ کے شاہ (یا ملکہ) کو جو امتیازی یا خصوصی اختیارات (Prerogatives) حاصل تھے، وہ اب وزیر اعظم کو حاصل ہیں۔ وہ ان اختیارات کو شاہ (یا ملکہ) کے مشیر خاص کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے۔ دارالعوام میں مطلق اکثریت (Absolute Majority) حاصل ہونے کی صورت میں وہ برطانیہ کے قانون اور دستور میں ترمیم کرسکتا ہے، اسے ختم کرسکتا ہے، کسی بھی قسم کا ٹیکس لگا سکتا ہے اور جنگ یا صلح کا اعلان کرسکتا ہے۔ ہنگامی صورتِ حال (Emergency) کی صورت میں وہ ملک کا عملاً ڈکٹیٹر بن جاتا ہے۔ لیکن دراصل وزیر اعظم کے اختیارات کا دارومدار بہت کم وزیر اعظم کی شخصیت پر ہے۔ ڈسرائیلی، گلیڈ اسٹون، پیل اور چرچل بہت کامیاب اور نامور وزیر اعظم ثابت ہوئے اور ان کی وجہ سے اس عہد کی عظمت میں اضافہ ہوا۔

دوسرے وزیروں کے مقابلے میں وزیر اعظم کو برتر پوزیشن حاصل ہے۔ کسی فلاسفر نے بہت ٹھیک کہا کہ برطانوی وزیر اعظم سورج ہے جس کے گرد دوسرے وزیر سیارے کی طرح گردش کرتے رہتے ہیں۔ عام نگرانی اور زبردست اقتدار کے باوجود وہ ہر معاملے میں من مانی نہیں کرسکتا۔ اسے ہر وقت مخالف پارٹی کی نکتہ چینی اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے اگر وہ اپنی پارٹی کے ممبروں اور ساتھی وزیروں کی بات نہ مانے اور من مانی کرنے لگے تو پھر اس کی پوزیشن بہت کمزور ہوجائے گی اس لیے بعض دفعہ اسے اپنے ساتھیوں کی رائے کے سامنے جھکنا پڑتا ہے اور ان کی خواہشوں کا احترام کرنا پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود ڈکٹیٹرانہ اختیارات کے وہ مکمل ڈکٹیٹر یا مطلق العنان نہیں ہوسکتا۔

گاھے گاھے باز خواں......

ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی

۱۲؍تا۱۸؍اگست ۲۰۰۵ء

ہندستان کی آزادی میں علمائے کرام کا کردار

ملک کی آزادی میں علماء کا کردار کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس سلسلے میں آزادی کی ۵۹ویں سالگرہ پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

۱۸۵۷ء میں جب ہندستان پر انگریزی سامراج کا تسلط مکمل ہوگیا اور ہندستان کے ہر باشندے کی پیشانی پر لفظ 'غلام' رقم کردیا گیا تو یہ ہندستان کے مسلمان ہی تھے جنھوں نے اس سیاہ داغ کو مٹانے کے لیے پہل قدمی کی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کی اساس دراصل انگریزی سامراج کی وہ پالیسی ہی تھی جس کا مقصد ملک پر قبضہ کرکے ہندستان کو عیسائیت کے رنگ میں رنگ دینا تھا۔ انگریزوں کو خطرہ بھی مسلمانوں سے ہی تھا۔ ایک تو اس نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور دوسرے مسلمانوں کا دینی تعلق ان کے علماء اور مدارس دینیہ کے ساتھ انتہائی مضبوط تھا۔ انگریز جانتے تھے کہ اگر کوئی قوم ان کے مقابلہ پر آسکتی ہے تو وہ صرف قوم مسلم ہی ہوسکتی ہے اس لیے اقتدار پر قبضہ کے فوراً بعد اس نے مسلمانوں کی کمر توڑ ڈالنے اور دینی اعتبار سے انھیں کمزور کردینے کی ناپاک کوششیں شروع کردیں۔ سرزمین ہند مسلمانوں کے خون سے سیراب شدہ سرزمین ہے۔ تاریخ کے ہر دَور میں شہداء کے قافلے اُٹھتے اور شہادتوں وعزیمتوں کی عظیم الشان روایات بطور ورثہ منتقل کرتے رہے ہیں۔ ہندستان کی آزادی کے لیے بھی اگر کسی نے بنیاد فراہم کی تھی تو وہ بھی مسلمان اور ان کے رہنما علمائے کرام ہی تھے جن کی قربانیاں بابِ آزادی کی کلید بنی تھی۔

جدوجہد آزادی میں علماء ہند کی شہادت وعزیمت کے خونچکاں سلسلہ کی ابتداء اسی وقت ہوگئی تھی جب ڈاکٹر ولیم میور نے اپنی رپورٹ وائسرائے کو بھیجی تھی۔ رپورٹ کے الفاظ مسلمانانِ ہند کی بیداری اور ان کی قرآن وسنت سے وابستگی اور علماء حق کی جرأت مندانہ مؤثر قیادت کا آئینہ دار ہیں۔ رپورٹ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں: "ہندستان کے لوگ بالخصوص مسلمان بہت بیدار ہیں، مسلمانوں کے اندر جب تک جذبۂ جہاد موجود ہے اس وقت تک ہم مسلمانوں پر حکومت نہیں کرسکتے، اس لیے جذبۂ جہاد ختم کرنا ضروری ہے اور جذبۂ جہاد سے پہلے علماء کو ختم کرنا اور قرآن کو مٹادینا ضروری ہے۔"

غالباً یہ اسی رپورٹ کا اثر تھا کہ ۱۸۶۱ء میں ہندستان میں قرآن پاک کے تین لاکھ نسخے عیسائی مشنریوں کے ہاتھوں نذرِ آتش کردیئے گئے تھے۔ اس کے بعد علمائے کرام کو ختم کردینے کا عمل بتدریج شروع کیا گیا۔ انگریز مؤرّخ مسٹر ٹامسن کے مطابق ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۷ء کے چار سال ہندستانی تاریخ کے انتہائی المناک سال رہے ہیں۔ ان چار سالوں میں چودہ ہزار سے زیادہ بے قصور علمائے کرام تختۂ دار پر چڑھا دیئے گئے۔ چاندنی چوک سے شہر تک کوئی درخت ایسا نہ تھا جس پر علماء کی گردنوں کے آویزے نہ لٹک رہے ہوں۔

ٹامسن کا بیان ہے کہ علماء کو خنزیر کی کھالوں میں بند کرکے جلتے ہوئے تندوروں میں ڈالا گیا! لاہور کی شاہی مسجد کے صحن میں یومیہ اسّی علماء کرام کو پھانسی دے دی جاتی تھی!! چالیس علماء کرام کو برہنہ کرکے دہکتے انگاروں پر ڈالا گیا۔ مزید چالیس علماء لائے گئے! انھیں برہنہ کیا گیا، ایک انگریز نے خونخوار لہجے میں کہا "مولویو! جس طرح ان چالیس علماء کو پکایا گیا ہے تمھیں بھی پکادیا جائے گا، تم صرف یہ کہہ دو کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ میں ہم شریک نہیں تھے، ابھی چھوڑ دیں گے۔" ٹامسن تاثر سے لبریز ہوکر لکھتا ہے کہ "میرے پیدا کرنے والے کی قسم کسی عالم نے انکار نہیں کیا اور نہ گردن جھکائی۔"

تمام علماء دہکتی آگ کے الاؤ پر ڈال دیئے گئے۔ جسم جل کر راکھ ہوگئے لیکن ایمان کندن بن گیا اور تاریخ کے صفحات پر جرأتِ ایمانی اور ثبات علی الحق کی متحیر مثال رقم کرگیا۔ مولانا تھانیسری کو کالا پانی کی سزادی گئی جو دراصل پھانسی کی سزا کی تبدیل شدہ شکل تھی۔ انگریز دشمنوں نے علماء کرام کی تمنائے شہادت کو بھانپ لیا تھا۔ لہٰذا انھیں روح فرسا کربناک تشدد کے حوالے کیا گیا۔ پھانسی کی سزا کو ملتوی کرکے کالا پانی کی سزادی گئی۔

۱۸۶۸ء تک یہ سلسلۂ ظلم وستم پوری شدت و بربریت کے ساتھ جاری رہا۔ اس طرح ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۷ء تک ان تمام علمائے کرام کو شہید کردیا گیا جن کا "جرم" محض انسانی فطرت کی اولین چاہت طلب آزادی تھا۔ وہ انگریزوں کی غلامی کا خاتمہ کرکے اللہ کی غلامی میں لوگوں کو لانا چاہتے تھے۔ نتیجتاً اسی جدوجہد کی راہ میں جام شہادت نوش فرمالیا۔

علمائے کرام کی یہ قربانیاں اور شہادتیں آگے چل کر مجاہدین آزادی کے لیے نقوشِ راہ ثابت ہوئیں۔ چنانچہ تخم ہائے آزادی شہادت وقربانیوں کے آبِ زلال سے سیراب ہوکر برگ وبار لائے اور ۱۹۴۷ء میں باشندگان ہند کو آزادی سے ثمریاب کیا۔ اس المناک تاریخ میں چند نکات قابل توجہ ہیں۔ مسلمانوں نے عہد زوال میں کبھی شکست تسلیم نہیں کی بلکہ عزیمتوں کا سفر ہر حال میں جاری رکھا۔ انھوں نے حریت کا علم اٹھائے رکھا اور شہادتوں سے سرفراز ہوتے رہے۔ علمائے حق نے حریت پسندوں کی قیادت کی اور بے پناہ مظالم اور ناقابل برداشت اذیتوں میں مبتلا کیے گئے مگر مسلسل ناکامیوں کے باوجود مسلمانوں کا جوش جہاد احساسِ شکست سے داغدار نہیں ہوسکا۔

۱۶۰۸ء میں مغل شہنشاہ جہانگیر کے دَور میں انگریزوں نے بظاہر تجارتی مقصد کے تحت مغل حکمراں سے کچھ مراعات حاصل کی تھیں۔ اس کے بعد اس نے آہستہ آہستہ حصولِ اقتدار کا کھیل شروع کردیا۔ چھوٹے چھوٹے راجوں مہاراجوں اور نوابوں کے علاقوں پر قبضہ کرتے ہوئے جب اس نے راجدھانی دہلی کی طرف اپنا سفر شروع کیا تو سب سے پہلے جس حکمراں نے اس سامراج کا راستہ روکنے کی کوشش کی اُسے لوگ سلطان ٹیپو شہید کے نام سے جانتے ہیں۔ سلطان ٹیپو شہید انگریزی سامراج کی راہ کا ایک ایسا پتھر تھے جسے عبور کرنا اس کے لیے آسان نہیں تھا۔ مسلسل کئی سالوں کی جنگ کے بعد جب خود اپنوں کی نمک حرامی کے سبب سلطان ٹیپو نے سرنگا پٹنم میں ۱۷۹۹ء (باقی صـ۱۴ پر)

ہندستانی مسلمان اور عصری تعلیم

تحریر: مولانا محمد ہاشم القاسمی

ہندستان میں مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں دیگر ابنائے وطن سے کافی بچھڑے ہوئے ہیں اور بہت پیچھے ہیں۔ شاید ہی کوئی شعبہ ایسا ہوسکتا ہے جس میں مسلمان آگے رہنا تو دور کی بات ہے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے برابر بھی ہوسکتے ہیں۔ حصولِ معاش کا مسئلہ ہو یا تعلیم کا میدان ہو، سرکاری ملازمتیں ہوں کہ تجارت ہو، سماجی رتبہ ہو کہ کاروباری مسابقت ہو کسی میں بھی مسلمان دیگر ابنائے وطن سے بہت پیچھے ہیں۔ ہر شعبہ میں ان کی حالت انتہائی ناگفتہ ہوکر رہ گئی ہے۔ اس سلسلے میں جب کبھی مسلمانوں کے حلقوں میں بات ہوتی ہے تو تقریباً سب ایک زبان یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک نے انھیں اس مقام کو پہنچادیا ہے۔ اس معاملے میں سچر کمیٹی کی رپورٹ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اس رپورٹ میں یہ انکشاف ہوا تھا کہ مسلمان اس ملک میں سب سے پسماندہ ترین قوم ہیں۔ وہ دلتوں اور دیگر پسماندہ طبقات سے بھی پیچھے ہوکر رہ گئے ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت کا ذریعہ معاش ٹھیلہ بنڈی یا دیگر چھوٹے موٹے کاروبار ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا جو تناسب کسی وقت قابل لحاظ ہوا کرتا تھا وہ گھٹتے گھٹتے برائے نام ہوکر رہ گیا ہے اور یہ اندیشے پیدا ہونے لگے ہیں کہ ایک وقت وہ بھی آسکتا ہے جب سرکاری ملازمتوں کے دروازے مسلمانوں پر بند ہی ہوجائیں۔ اگر یہی تناسب جاری رہا جواب ہے تو پھر ان اندیشوں کو مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ تجارت کے میدان کا اگر ہم جائزہ لیں تو مسلمان صرف ٹھیلہ بنڈی دھکیلتے یا پان شاپ چلاتے یا دیگر چھوٹے موٹے کاروبار کرتے نظر آتے ہیں۔ کوئی باضابطگی ان کے کام کاج اور کاروبار میں نظر نہیں آتی۔ کوئی آن لائن تجارت ایسی نظر نہیں آتی جس پر مسلمانوں نے کوئی توجہ دی ہو۔ کوئی سرکاری اسکیم ایسی نظر نہیں آتی جس سے استفادہ کرتے ہوئے مسلم نوجوانوں نے کوئی بڑی پہل کی ہو۔ صرف چند نام ایسے ہیں جنھوں نے ہندستان کی تجارت میں اپنا لوہا منوالیا ہو۔ اس بات سے انکار نہیں ہے کہ مسلمانوں میں بے تحاشہ صلاحیتیں موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان صلاحیتوں کو پہچانا جائے ان کو اُبھارنے کی کوشش کی جائے، ان میں مہارت پیدا کی جائے۔ انھیں دنیا میں مسابقت کے لیے تیار کیا جائے۔ مسابقتی میدان کے تقاضوں سے انھیں ہم آہنگ کیا جائے۔ جب تک ایک منظّم حکمت عملی اور جامع منصوبے کے تحت کام نہیں کیا جاتا اس وقت تک مسلمان ایک غیر منظّم قوم ہی کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور رہیں گے اور جب تک غیر منظّم رہیں گے زندگی کے کسی بھی شعبہ میں انھیں ترقی نہیں دی جاسکتی۔ کسی بھی سرکاری اسکیم سے فائدہ اُٹھانے کے لیے اور سماج میں مسابقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان خود اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کریں۔ ذہنی طور پر ایک عزم کے ساتھ اٹھیں اور زندگی کے مقصد کو سمجھتے ہوئے ترقی کے میدان میں اپنے آپ کو منائیں۔

زندگی کا شاید ہی کوئی شعبہ ایسا ہوگا جس میں بہتری تعلیم سے ممکن نہیں ہوسکتی۔ تعلیم کے بغیر کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں آپ مسابقت کر پائیں گے۔ چند استثنائی حالات کی بات یہاں نہیں کی جاسکتی لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ساری قوم کی حالت بدلنے کے لیے تعلیم ہی بنیادی ذریعہ ہوسکتی ہے۔ مسلمانوں نے حالیہ عرصہ میں تعلیم کے تعلق سے شعور بیدار ہوا ہے تاہم ایک بات یہ محسوس کی جارہی ہے کہ اعلیٰ تعلیم اور عصری تعلیم کے تعلق سے اب بھی ہم میں دوری بنی ہوئی ہے۔ مسلم نوجوان انٹرمیڈیٹ، ڈگری کی تعلیم یا پھر انجینئرنگ تک خود کو محدود کررہے ہیں۔ سماج پر اثر انداز ہونے والے دوسرے شعبہ جات پر ان کی توجہ اتنی نہیں ہوسکی ہے جتنی ہونے کی ضرورت ہے، خاص طور پر سول سروسز اور اعلیٰ پولیس خدمات اور ریونیو خدمات میں مسلمانوں کو خود کو تعلیمی اعتبار سے تیار کرکے پیش کرنا ہوگا۔ آئی ٹی شعبہ میں مہارت اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اعلیٰ تعلیم کا میدان ایسا ہے جس کے کئی شعبے ہوسکتے ہیں اور ہر شعبہ کے تعلق سے مسلمانوں کو سنجیدگی سے حکمت عملی بنانے کی ضرورت ہوگی۔ ہر شعبہ میں اپنے وجود کا احساس دلانے اور پھر اپنے صلاحیتوں کا لوہا منوانے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہوگا۔ ایک سماجی انقلاب اگر لانا ہے تو اس کے لیے پہلے تعلیمی انقلاب لانا ضروری ہوگا۔ تعلیمی صلاحیتوں کو نکھارنے کا ہنر اپنے آپ میں پیدا کرنا ہوگا۔ تعلیم کے ذریعہ ہی ہم سماج میں ایک باعزت اور معزز مقام حاصل کرسکتے ہیں۔ ملک کی ترقی کے ثمرات میں اپنا حصہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں پہلے اس ترقی میں اپنا حصہ ادا کرنے پر غور کرنا ہوگا۔ جب ہم ترقی میں اپنا حصہ ادا کرنے کے قابل ہوجائیں گے تو اس کے ثمرات سے ہمیں محروم نہیں کیا جاسکے گا۔ سول سروسز ہو یا ریونیو خدمات ہوں یا پھر انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقیاتی منازل ہوں، خلائی سائنس ہو یا پھر کوئی اور شعبہ ہی کیوں نہ ہو، کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہوسکتا جس میں اپنی صلاحیتوں اور ہنرمندی سے کامیابی کے جھنڈے نہیں گاڑے جاسکتے۔ سارا کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن سب کے لیے بنیاد یہی ہے کہ ہم تعلیم پر اور خاص طور پر عصری اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں۔ مسابقتی تقاضوں کو سمجھیں، ان کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش کی جائے، سنجیدگی سے جدوجہد جاری رکھی جائے اور پھر کامیابی زیادہ دور نہیں ہوسکتی۔

> **ہمارے معاشرے میں جن خامیوں نے جنم لے لیا ہے انھیں دور کرنے پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تعلیم کے ذریعہ معاشرہ کی خامیوں کو اور اپنی صفوں میں پائی جانے والی بے چینی کو دور کیا جاسکتا ہے۔ آج دنیا صلاحیتوں کی غلام بنی ہوئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دنیا کے طالب بننے کے بجائے دنیا کو اپنا طالب بنانے کے لیے آگے آئیں۔ دُنیا کے سامنے اپنی صلاحیتوں کو اُبھار کر پیش کریں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم میں موجود صلاحیتوں کو نکھارا جاسکے۔**

سماج میں آج ہمارا جو مقام ہوگیا ہے وہ انتہائی کمزور ہے۔ ہم کسی بھی شعبہ میں اپنے دیگر ابنائے وطن کی ہمسری نہیں کرسکتے۔ سب سے زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہم میں اجتماعی طور پر کمتری کا احساس پیدا ہوچکا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اس احساس سے خود کو باہر نکالنا ہوگا۔ تجارت کے میدان میں بھی قسمت آزمائی کرنی ہوگی۔ ہمیں اپنی اختراعی اور تخلیق کی صلاحیتوں کو اُبھارنا ہوگا۔ ہمیں نئی ایجادات پر توجہ دینے کی ضرورت ہوگی۔ چھوٹی صنعتوں کے قیام پر ہمیں غور کرنا ہوگا۔ تجارتی میدان میں اپنی جگہ بنانے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ خود ہماری اپنی صفوں میں جو سماجی برائیاں پائی جاتی ہیں، ہمارے معاشرے میں جن خامیوں نے جنم لے لیا ہے انھیں دور کرنے پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تعلیم کے ذریعہ معاشرہ کی خامیوں کو اور اپنی صفوں میں پائی جانے والی بے چینی کو دور کیا جاسکتا ہے۔ آج دنیا صلاحیتوں کی غلام بنی ہوئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دنیا کے طالب بننے کے بجائے دنیا کو اپنا طالب بنانے کے لیے آگے آئیں۔ دُنیا کے سامنے اپنی صلاحیتوں کو اُبھار کر پیش کریں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم میں موجود صلاحیتوں کو نکھارا جاسکے۔ ساری قوم کو صرف سرکاری ملازمتوں پر انحصار کرکے بیٹھے نہیں رہنا چاہیے۔ ساری قوم کو کسی ایک شعبہ پر توجہ دے کر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ ساری قوم کو محض معمولی تجارت یا بیرونی ممالک میں حصولِ روزگار کے لیے مساعی نہیں کرنا چاہیے۔ معمولی سے روزگار پر اکتفا کرنے کی بجائے آگے بڑھنے اور ترقی کرن کی منصوبہ بندی بنائی جائے۔ ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ تعلیم کے میدان میں مسلمان لڑکیاں اچھی صلاحیتوں کا مظاہرہ کررہی ہیں۔ انھیں بھی مزید آگے بڑھانے کی حکمت عملی بنائی جانی چاہیے۔ انھیں بھی مسابقتی امتحانات کے لیے تیار کیا جانا چاہیے، انھیں بھی سول سروسز اور دیگر پیشہ ورانہ کورسز کی تربیت دی جاسکتی ہے۔ سماج کے کسی فرد کو بیکار سمجھنے کی روایت کو ترک کرنا ہوگا اور اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ کس فرد کو کس طرح سے ساری قوم کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جب تک مسلمان اپنے آپ کو تبدیل کرتے ہوئے تعلیمی، سماجی، تجارتی اور دیگر شعبہ جات میں ترقی کرنے کا خود میں تہیہ نہیں کرلیں گے اس وقت تک قوم کی بحیثیت مجموعی حالت کو تبدیل کرنے میں کامیابی نہیں مل سکتی۔ ہمیں حکومتوں کی پالیسیوں پر رونے دھونے اور خاموش ہوجانے کی بجائے اپنے آپ کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے کام کرنا ہوگا۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ ہم میں صلاحیتوں کی کوئی کمی نہیں ہے اور ضرور صرف اتنی ہے کہ ان صلاحیتوں کو سمجھیں اور ان کو مزید نکھارتے ہوئے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کامیاب کوشش کریں۔ ◻◻

منشیات کی لعنت سے نئی نسل کو بچانے کی فکر ضروری

منشیات یعنی ڈرگ کا استعمال ملک میں تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، ایک طرف ملک کی مختلف ریاستوں میں شراب بندی کے لئے عورتیں تحریک چلا رہی ہیں، دوسری طرف نئی نسل مختلف نشہ آور اشیا استعمال کرنے میں پیش پیش نظر آرہی ہے، حکومت وانتظامیہ کا حال یہ ہے کہ وہ اس بارے میں شکایات ملنے پر سرسری کارروائی کردیتی ہے، اس لعنت کو ختم کرنے کے لئے اس کی جڑوں تک پہنچنے کی کوئی کارگر حکمت عملی اُس کے پیش نظر نہیں ہے۔ سب سے زیادہ تشویشناک پہلو یہ ہے کہ منشیات کی یہ لعنت تیزی کے ساتھ اسکولوں اور کالجوں کے طلباء کو اپنا شکار بنارہی ہے۔ وہ اپنے نشہ کا شوق جو جلد عادت بن جاتا ہے کو پورا کرنے کے لئے مختلف جرائم میں بھی ملوث ہورہے ہیں۔ حکومت وانتظامیہ کو اس صورت حال کی سنگینی کا احساس کرکے اس کے خلاف ایک باضابطہ مہم چلانی چاہئے۔ اسی کے ساتھ شہری بھی اپنی ذمہ داری نبھائیں۔

اس لعنت کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ والدین اپنے بچوں سے لاپرواہ اور بےفکر ہوگئے ہیں۔ اچھے اور معیاری اسکولوں میں داخل کرتے ہوئے والدین اپنی ذمہ داریوں سے فرار حاصل کرلیتے ہیں۔ انہیں بچوں کی نقل وحرکت اور ان کی حرکات وسکنات پر اور ان کی عادات پر پوری توجہ دینی چاہئے۔ جب تک والدین اپنے بچوں کی پل پل کی خبر لینے کو اپنی ذمہ داری نہیں سمجھیں گے انہیں اس طرح کی لعنتوں کا شکار ہونے سے بچایا نہیں جاسکتا۔ جو ڈرگس مافیا ہے وہ تو سماج کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے پر تلا ہوا ہے اور اس کے سامنے صرف ناجائز اور غیر قانونی طریقہ سے دولت حاصل کرنے کا نشانہ ہوتا ہے اور وہ اسکولوں اور کالجوں کے طلبا کو اس کا نشانہ بناتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہورہا ہے۔ اگر اس سلسلہ کو جاری رہنے کی اجازت دی گئی تو پھر نسل نو کا مستقبل تاریک ہوجائے گا اور صورتحال اس حد تک پہنچ جائے گی جہاں سے پھر سدھار تقریباً ناممکن ہوگا۔ اگر نوجوان اور ابھرتی ہوئی نسل اس کا شکار ہوتی گئی تو پھر اسے اس سے بچانا مشکل ہوگا۔ اس سے نہ صرف یہ کہ ایک بچہ یا ایک گھر بلکہ سارا سماج متاثر ہوکر رہ جائے گا۔ یہ صورتحال سارے ملک کیلئے پریشان کن ہے اور اس سے نمٹنے کیلئے ملک کے مستقبل کے تعلق سے فکر رکھنے والوں کو آگے آنے کی اور اس سماجی اور قومی لعنت کے خلاف سرگرم ہونے کی اور اس کے خاتمہ کے لیے جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔

عالمِ اسلام

مسجد نبوی کی ڈیجیٹل لائبریری کا افتتاح

حرمین شریفین انتظامیہ کے سربراہ شیخ ڈاکٹر عبد الرحمٰن السدیس نے مسجد نبوی کی ڈیجیٹل لائبریری کا افتتاح کیا ہے۔ سعودی پریس ایجنسی کے مطابق مسجد نبوی شریف کی ڈیجیٹل لائبریری جدید سہولتوں سے آراستہ ہوگی جس سے فی الوقت لائبریری آنے والے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ مسجد نبوی لائبریری کی انتظامیہ نے کہا ہے کہ ڈیجیٹل لائبریری کو جدید خطوط پر استوار کیا گیا ہے اور اس میں عوام کے لئے مختلف سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ مسجد نبوی شریف کے زائرین کو ہر قسم کی سہولت فراہم کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے لائبریری میں بھی جدت پیدا کی جارہی ہے۔ انتظامیہ نے کہا ہے کہ مسجد نبوی کی لائبریری کی طرح ڈیجیٹل لائبریری میں انتہائی نادر ونایاب کتابوں کے علاوہ قلمی نسخے اور تاریخی دستاویزات موجود ہیں۔ لائبریری کا تمام ذخیرہ ڈیجیٹل شکل میں عام افراد کی دسترس میں ہوگا تاکہ روایتی کتابوں کی طرح ڈیجیٹل فارمیٹ کو بھی استعمال کیا جاسکے۔

سعودی عرب کا انسدادِ بدعنوانی کیلئے عالمی نیٹ ورک بنانے پر غور

سعودی عرب، انسداد بدعنوانی ایجنسیوں کے مابین معلومات کے تبادلے کے لئے آپریشنز کا عالمی نیٹ ورک قائم کرنے کی غرض سے 'ریاض انیشی ایٹو' کا آغاز کرنے پر کام کررہا ہے۔ سعودی عرب کی سرکاری نیوز ایجنسی ایس پی اے نے اطلاع دی ہے کہ جنیوا میں اقوام متحدہ کے صدر دفتر میں ہونے والے اجلاس میں نگرانی اور انسداد بدعنوانی اتھارٹی (نزاہہ) کے صدر مازن بن ابراہیم الخموس مملکت کے وفد کی سربراہی کریں گے۔ ریاض انیشی ایٹو یا ریاض آغازِ کار کو بین الاقوامی حمایت حاصل ہوئی ہے اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے سیاسی اعلامیہ نے بدعنوانی کے خاتمے کے لئے مختص اس اقدام کے قیام کا خیرمقدم کیا ہے جسے انسداد بدعنوانی کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے عالمی نیٹ ورک 'گلوب نیٹ ورک' کا نام دیا گیا ہے۔ ریاض انیشی ایٹو نیٹ ورک کا اعلان ایجنڈے میں سرفہرست ہوگا۔ مملکت نے بین الاقوامی سطح پر بدعنوانی سے نمٹنے کی کوششوں کو مستحکم کرنے کے لئے اس نیٹ ورک کی تیاری اور آغازِ کار کے لئے گزشتہ سال جی ۲۰ پریذیڈنسی کے دوران کام کیا تھا

ابوظہبی ایئرپورٹ پر سولر پینل سے چلنے والا کار پارک

ابوظہبی کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر سولر پینل سے چلنے والا ایک کار پارک کھولا جائے گا۔ عرب نیوز کے مطابق اس کار پارک میں سات ہزار ۵۴ سولر پینل بجلی پیدا کریں گے جسے متحدہ عرب امارات کا سب سے بڑا سولر کار پارک بتایا جاتا ہے۔ ابوظہبی ایئرپورٹس اور مصدر نے یہ منصوبہ مکمل کیا ہے جس سے ہر سال تقریباً ۵۳۰۰ ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ کی بچت ہوگی۔ ایئرپورٹ پر مڈفیلڈ ٹرمینل کے قلیل مدتی کار پارک میں تھری میگاواٹ سولر فوٹو وولٹک نصب کیا گیا ہے۔ ابوظہبی ایئرپورٹس کے سربراہ شریف الہاشمی نے کہا کہ اس سولر کار پارک کی ترقی کے دوران ہمارے پاس مربوط ٹیکنالوجی موجود ہے جو استحکام کے قابل بناتی ہے، ماحول کو تحفظ فراہم کرتی ہے اور ایک صاف ستھری سبز اور ماحولیاتی لحاظ سے دوستانہ عمارت بناتی ہے۔ مصدر نے اس منصوبے کے لیے ایک مکمل حل فراہم کیا ہے جس میں فنانسنگ، ڈیزائن، خریداری اور تعمیرات شامل ہیں۔ یہ ۲۵ سال تک آپریشن اور بحالی کی خدمات بھی فراہم کرے گا۔

شریعت اسلامی کی روشنی میں وراثت میں لڑکیوں کا حصہ

تحریر: مولانا محمد عابد کریم ندوی

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، اس میں انسانی احساسات اور طبعی وفطری رجحانات کی مکمل رعایت کی گئی ہے، اسلام کے عادلانہ نظام میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو وہ حقوق عطا کیے گئے ہیں جو کسی دوسرے ادیان وقوانین میں نہیں دیئے گئے ہیں، ان حقوق میں ایک قسم ترکہ ومیراث میں تقسیم ہے، جس کے نفاذ کی ذمہ داری زندہ لوگوں پر ڈالی گئی ہے۔ اسلام کے منصفانہ نظام میں ترکہ ومیراث کی تقسیم تمام اسلامی قوانین کی طرح بیحد متوازن، عادلانہ اور قرآنی والٰہی قانون واصول پر قائم ہے۔ اسلامی قوانینِ میراث کے متوازن اور ہونے کا اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس کا کسی دوسرے ادیان وقوانین کے نظام ہائے ترکہ سے موازنہ کیا جائے۔

اسلامی وراثت اور دیگر ادیان

اسلامی وراثت نے جہاں میراث کے مسئلہ کی اصلاح کی وہاں اس نے اچھے ضابطے بھی ایجاد کیے جن سے وارثوں کا جائز حق محفوظ ہوگیا۔ اسلام سے پہلے کے مذاہب اور دنیا کے قوانین میں بے اعتدالی تھی کہ کہیں عورتوں اور لڑکیوں کا حق ہی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا جیسے ہندو دھرم شاستر میں بقول البیرونی: ’’وراثت میں اصل مرد ہیں۔‘‘ آج تک یہ تصور قائم ہے کہ بیٹی کی شادی کے بعد گویا داماد ہی اس کا مالک ہے، اس کا اپنے آبائی خاندان سے صرف اخلاقی رشتہ باقی ہے، اس کی کوئی ذمہ داری خاندان سے متعلق نہیں سمجھی جاتی ہے اس لیے باپ یہ سوچتا ہے کہ بیٹی کو جب میراث میں کچھ ملنے والا نہیں ہے تو بوقت رخصت کچھ دے کر ہی رخصت کرتے ہیں۔ عیسائیت میں تو سرے سے شریعت ہی نہیں پھر وراثت کے مسائل کہاں سے آتے۔ (فی ضلال القرآن، سیّد قطب شہید: ۸۸/۴) یہودیوں کے ہاں صرف بڑا لڑکا اکیلا وارث سمجھا جاتا تھا، عربوں میں لڑکیوں کا کچھ حق ہی نہیں تھا اس لیے کہ ان سے کوئی مالی اور جنگی منفعت حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ جاہلیت میں خیال تھا۔ قرآن نے اسے غلط قرار دیا اور کہا کہ نفع ونقصان کو خدا ہی بہتر جانتا ہے: ’’تم پورے طور پر نہیں جان سکتے کہ ان میں کا کون سا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے۔‘‘ (النساء: ۱۱) قرآن حکیم نے حق وراثت کی تاکید کی کہ جہاں وراثت میں مردوں کا حصہ ہے وہیں عورتوں کا بھی ہے۔ میراث کم یا زیادہ، زرعی ہو یا غیر زرعی آراضی، آبائی ہو یا غیر آبائی، کاروبار ہو یا تجارت، دکان ہو یا گھر، سونا چاندی ہو یا نقد رقم ’’مردوں کے لیے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے، اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی (النساء: ۷) یورپ میں انیسویں صدی کے آخر تک عورتوں کو میراث میں کوئی حق نہیں ملتا تھا۔ ہمارے ملک ہندستان میں ’دی ہندو میریج ایکٹ ۱۹۵۵ء‘ بنا اور ہندوؤں کے لیے خاندانی قوانین مرتب ہوئے۔ اس میں پہلی بار عورتوں کو حق میراث دیا گیا جبکہ مذہب اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی عورتوں کو میراث کا حق دے رکھا ہے۔

لڑکی کا وراثت میں حصہ

علم الفرائض کی اصطلاح میں ذوی الفروض جن کے حصے باضابطہ مقرر اور متعین ہیں، جن کو کاٹا نہیں جاسکتا ہے، ان میں چھ مرد اور سترہ عورتیں ہیں۔ دوتہائی چار حالتوں میں عورت کو ملتا ہے۔ نصف حصہ بھی چار حالتوں میں عورت کو ملتا ہے۔ ایک تہائی حصہ دو قسم کی خواتین کو ملتا ہے۔ چوتھائی حصہ ایک طرح کی خواتین کو ملتا ہے۔ چھٹا حصہ پانچ طرح کی خواتین کو ملتا ہے۔ آٹھواں حصہ بھی ایک طرح کی خواتین کو ملتا ہے۔

عورت اور مرد کے حصوں میں فرق

تقسیم ترکہ میں چند ایسی صورتیں ہیں کہ صرف عورت کو حصہ ملتا ہے اور اسی درجہ کے مرد رشتہ داروں کو حصہ نہیں ملتا ہے، مثال کے طور پر ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے شوہر، ماں باپ، بیٹی، پوتے اور پوتیاں ہیں، اس صورت میں پوتے اور پوتی دونوں برابر کے رشتے دار ہیں، اس صورت میں پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا اور پوتے کو کچھ نہیں ملے گا۔

متعدد ایسی صورتیں ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد سے بڑھ جاتا ہے، مثلاً ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے شوہر، ماں، باپ اور دو بیٹیاں ہیں، بالفرض اس نے ساٹھ لاکھ ترکہ چھوڑا۔ تقسیم ترکہ میں دونوں بیٹیوں کو فی کس سولہ لاکھ روپے ملیں گے، دونوں بیٹیوں کا حصہ بتیس لاکھ روپے ہوگیا، اٹھائیس لاکھ میں اس کے ماں باپ اور شوہر کو حصہ ملے گا۔ بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت اور مرد کا حصہ برابر ہوتا ہے۔ زید کا انتقال ہوا، اس کے بیٹے، ماں اور باپ ہیں، ماں کو بھی چھٹا حصہ اور باپ کو بھی چھٹا حصہ ملے گا۔

ایسی صورتیں ضرور ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں نصف ہوجاتا ہے جیسے بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کا حصہ نصف ہے، بیوی کے انتقال پر مرد کو جتنا حصہ ملتا ہے، شوہر کے انتقال پر بیٹی کو اس کا نصف ملتا ہے، اسی طرح بعض دفعہ مرنے والے کے باپ کے مقابلہ میں مرنے والے کی ماں کا حصہ کم ہوتا ہے۔

فرق کے اسباب

معترضین کا اعتراض یہ ہے کہ شریعت اسلامی کا قانون وراثت سراسر ظلم پر مبنی ہے تو دراصل اس کا سبب اسلامی قوانین اور اس کے تمام شقوں کا معترضین کے سامنے نہ ہونا ہے۔ اسلام سے پہلے کسی مذہب میں عورتوں کو حق میراث نہیں ملتا تھا۔ اسلام نے سب سے پہلے عورتوں کو حق میراث دیا ہے۔ اسلام میں عورت کے مقابلہ میں مرد کا حصہ میراث میں زیادہ رکھا گیا ہے، لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر جگہ ایسا ہی ہو بلکہ ایسی صورتیں بھی ہیں کہ جن میں عورت کو حصہ ملتا ہے، اسی درجہ کے مرد رشتہ دار کو حصہ نہیں ملتا ہے۔ عورت کو اپنے ہم مرتبہ رشتہ دار سے زیادہ مل جاتا ہے۔ عورت کو اپنے ہم مرتبہ رشتہ دار کے برابر مل جاتا ہے تو اس لیے اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ مرد کا حق میراث ہمیشہ ڈبل ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں عورت کا آدھا ہوتا ہے۔

شریعت نے بعض صورتوں میں لڑکے کا حقِ میراث دوگنا رکھا ہے اور لڑکی کا اس کے مقابلہ میں آدھا رکھا ہے، یہ لڑکا اور لڑکی ہونے کی بنیاد پر نہیں ہے، نہ ہی اسلام میں عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور نہ ہی مرد کو زیادہ عزت ہے۔ شریعت کا یہ اصول ہے اور اسے پوری دُنیا میں کامن جسٹس کا درجہ بھی حاصل ہے کہ صلاحیت کے اعتبار سے ذمہ داریاں ہوں گی اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے حقوق اور رائٹس ہوں گے اس لیے ایک کی ذمہ داریاں زیادہ ہوں اور دوسرے کے حقوق زیادہ ہوں، یہ ممکن نہیں ہے۔ مثال کے طور پر شریعت نے کمانے کی ذمہ داری مرد پر رکھی ہے عورت پر نہیں۔ اگر ایک شخص کا بالغ لڑکا بھی ہے اور بالغ لڑکی بھی ہے، وہ اپنے لڑکے کو کمانے پر مجبور کرسکتا ہے لیکن وہ اپنی لڑکی کو کمانے پر مجبور نہیں کرسکتا ہے۔ بیٹی کے اندر کمانے کی صلاحیت ہے مثلاً وہ ایک کامیاب ڈاکٹر ہے اور اچھی طرح کما سکتی ہے تب بھی باپ اس کو مجبور نہیں کرسکتا ہے، یہ ذمہ داری شریعت نے مرد پر رکھی ہے۔ زید اور ہندہ کا نکاح ہوا، زید گھر پر بیٹھا رہتا ہے تو ہندہ اپنے شوہر کو مجبور کرسکتی ہے کہ کماؤ اور گھر کی ضروریات پوری کرو، ہندہ میں چاہے کمانے کی پوری صلاحیت کیوں نہ ہو پھر بھی زید اپنی بیوی کو اس پر مجبور نہیں کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو جسمانی اعتبار سے بمقابلہ عورت زیادہ طاقتور بنایا ہے، وہ زیادہ مشقتوں کو برداشت کرسکتا ہے، عورتوں کے ساتھ فطری عوارض آتے ہیں، ہر مہینے حیض کے ایام آتے ہیں، ان میں وہ جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہیں، مزاج میں جھنجھلاہٹ آجاتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد کو اس مجبوری سے دور رکھا ہے تاکہ وہ دوسرے فرائض ادا کرسکے۔ اسی طرح بیٹا ملازمت کے سلسلے میں تنہا دیگر مقامات میں قیام پذیر ہوسکتا ہے لیکن بیٹی تنہا ایسا نہیں کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد پر اپنا، بیوی، بال بچے، ماں اور باپ کا نفقہ بوقت ضرورت مطلقہ اور بیوہ بہنوں کا نفقہ، یتیم بھائیوں کی تعلیم اور اس کے اخراجات اور گھر میں بوڑھے دادا، دادی ہوں تو ان کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری رکھی ہے اور مرد میں اس کی صلاحیت بھی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں گھر سنبھالنے کی صلاحیت زیادہ رکھی ہے۔ عورتوں کی ذمہ داریاں مرد کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں اس لیے مردوں کا حق زیادہ رکھا گیا ہے۔ یہ انصاف کے تقاضے کے مطابق ہے، اسی وجہ سے باپ کی اہمیت زیادہ ہونے کے باوجود بیٹے پر ذمہ داری زیادہ ہونے کی بنیاد پر بیٹے کو ترکہ میں زیادہ حصہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً زید کا انتقال ہوا، اس کے بیٹے بھی ہیں اور والد بھی ہیں، اب زید کی جائیداد تقسیم ہوتی ہے تو اگر اہمیت کے اعتبار سے جائداد کی تقسیم ہوتی تو زید کے والد کا حصہ زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کی اہمیت زیادہ ہے اس لیے کہ زید کی جنت و دوزخ ان کے والد سے متعلق ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **انت و مالک لابیک**، اسی حدیث کی بنیاد پر بیٹے کا مال چھپا کر لینے پر چوری کی سزا جاری نہیں ہوتی ہے، لیکن یہاں شریعت یہ کہتی ہے کہ مرنے والے کے بیٹے کا حصہ زیادہ ہوگا مرنے والے کے باپ کے حصہ کے مقابلہ میں اس لیے کہ وہ باپ جس کے بیٹے کا انتقال ہوا ہے وہ باپ پوتے، پوتیوں، نواسے اور نواسیوں والا ہے، وہ بڑی حد تک زندگی کی ذمہ داریوں سے فارغ ہوچکا ہے، وہ بیٹا جس کے باپ کا ابھی انتقال ہوا ہے، اب تک وہ اپنے باپ کی زیر عاطفت زندگی گزار رہا تھا، اب وہ ذمہ داریوں میں قدم رکھ رہا ہے، اس کو اپنی ماں کی پرورش کرنی ہے، کچھ نابالغ بھائی بہنوں کی تعلیم اور ان کی کفالت کرنی ہوگی اس لیے بیٹے کی ذمہ داریاں اس وقت زیادہ ہیں اور باپ کی مالی ذمہ داریاں کم ہیں اس لیے شریعت نے یہاں بیٹے کا حق زیادہ رکھا ہے۔ (مسلم پرسنل لا: چند غلط فہمیاں، از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

عورت کو ترکہ کی جو مقدار بھی مل رہی ہے وہ شاید کبھی کسی اتفاقی اور ہنگامی ضرورت میں کام آتی ہو تو آجاتی ہو ورنہ بینک بیلنس بڑھانے کا سبب بنتی ہے اس لیے یہ سمجھنا بے جا نہ ہوگا کہ شریعت نے ترکہ میں اس کا حصہ مقرر کرکے اس کی محض دلجوئی اور قدر افزائی کی ہے۔ معاشرے میں اس کا مقام بلند کیا ہے، ورنہ شرعی قوانین پر عمل درآمد کرنے پر لڑکیوں کے سامنے کوئی بھی مرحلہ بعض استثنائی اور مجبوری کی حالتوں کو چھوڑ کر ایسا نہیں آتا جس میں اسے کسی کے نفقہ کا حتیٰ کہ خود اپنے نفقہ کا بھی بار اُٹھانا پڑتا ہو، کیونکہ شادی سے قبل والد یا بھائی وغیرہ پر اور شادی کے بعد شوہر پر طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد پھر والد یا دوسرے قریبی رشتہ داروں یا اولاد وغیرہ پر اس کا نفقہ شرعاً لازم ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ جب نکاح کرتی ہے تو شوہر سے مہر بھی لینے کی حقدار بنتی ہے، لہٰذا اب اعتراض کی گنجائش نہیں رہی بلکہ بعید نہیں کہ ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال آنے لگے کہ عورت کو ترکہ سے جو مقدار بھی مل رہی ہے غنیمت ہے۔

شیخ علی الصابونی اپنی کتاب ’المواریث في الشريعة الاسلاميه‘ میں ایک دلچسپ تمثیل بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے وفات کے بعد ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور مالِ متروکہ میں تین ہزار روپے چھوڑے، شرعاً لڑکے کو دو ہزار اور لڑکی کو ایک ہزار ترکہ سے ملے، لڑکے نے شادی کی اور بیوی کا مہر دو ہزار مقرر کیا، اس کے برخلاف لڑکی نے شادی کی اور اس کا بھی مہر دو ہزار مقرر ہوا، اور وہ اسے ملا، اس طرح لڑکی کے پاس ترکہ اور مہر کی رقم ملا کر تین ہزار ہوگئے، لڑکے کے پاس جو کچھ تھا مہر میں چلا گیا، اور وہ خالی ہاتھ رہ گیا، اب سوچیے نتیجتاً کس کے پاس رقم زیادہ ہوئی۔

اصلاحِ معاشرہ اور ہماری ذمہ داریاں

ہندستانی سماج میں جب تک تمام لوگ ترکہ کی تقسیم پر آمادہ نہیں ہوجاتے ہیں، ترکہ کی تقسیم نہیں ہوتی ہے اور ایک (باقی ص۱۴ پر)

شریعت نے بعض صورتوں میں لڑکے کا حقِ میراث دوگنا رکھا ہے اور لڑکی کا اس کے مقابلہ میں آدھا رکھا ہے، یہ لڑکا اور لڑکی ہونے کی بنیاد پر نہیں ہے، نہ ہی اسلام میں عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور نہ ہی مرد کو زیادہ عزت ہے۔ شریعت کا یہ اصول ہے اور اسے پوری دُنیا میں کامن جسٹس کا درجہ بھی حاصل ہے کہ صلاحیت کے اعتبار سے ذمہ داریاں ہوں گی اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے حقوق اور رائٹس ہوں گے اس لیے ایک کی ذمہ داریاں زیادہ ہوں اور دوسرے کے حقوق زیادہ ہوں، یہ ممکن نہیں ہے۔

عالمی خبریں

چین: ہر جوڑے کو تین بچے پیدا کرنے کی اجازت

چین نے فیملی پلاننگ پالیسی میں نرمی کرتے ہوئے ہر جوڑے کو تین بچے پیدا کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی نے چین کے سرکاری میڈیا کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ مردم شماری کے نتائج کے مطابق چین میں عمر رسیدہ افراد کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، جس کے بعد بچوں کی پیدائش میں اضافے کی اجازت دی گئی ہے۔ چین نے بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پانے کے لیے گزشتہ چالیس سالوں سے ’فی خاندان ایک بچہ‘ کی پالیسی اپنائی ہوئی تھی جس پر سختی سے عمل درآمد کیا جاتا رہا ہے۔ عمر رسیدہ افرادی قوت اور اقتصادی سست روی کے خدشے کے باعث ۲۰۱۶ء میں اس پالیسی میں نرمی کرتے ہوئے ہر جوڑے کو دو بچے پیدا کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ حکومت کے فیملی پلاننگ پالیسی میں تبدیلی کے بعد بھی چین میں سالانہ شرح آبادی مسلسل کم ہو رہی ہے۔ ماہرین کے مطابق ۲۰۵۰ء تک چین کو سینکڑوں کی تعداد میں عمر رسیدہ افراد کی مالی مدد اور انہیں صحت کی سہولیات مہیا کرنے کا بوجھ برداشت کرنا پڑے گا۔ عمر رسیدہ افراد کی آبادی میں تیزی سے اضافے سے نمٹنے کے لیے پیر کو چینی صدر شی جن پنگ نے ہر جوڑے کو تین بچے پیدا کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

نابینا چینی نے ماؤنٹ ایورسٹ سر کرلیا

چین کے نابینا کوہ پیما ژانگ ہانگ نے ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرلیا ہے جس کے بعد وہ دنیا کی سب سے اونچی چوٹی کو سر کرنے والے ایشیا کے پہلے اور دنیا کے تیسرے شخص بن گئے ہیں۔ برطانوی خبر رساں ادارے روئٹرز کو بتایا کہ ۴۶ سالہ ژانگ ہانگ نے یہ مہم نیپال کی طرف سے مکمل کی۔ انہوں نے بتایا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ معذور ہیں، آپ نابینا ہیں یا آپ کے ہاتھ پاؤں نہیں ہیں۔ اگر آپ کے پاس مضبوط دماغ ہے تو ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ ہر وہ کام کرسکتے ہیں جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ آپ نہیں کرسکتے۔ ژانگ ہانگ نے تین گائیڈز کی مدد سے آٹھ ہزار ۸۴۹ میٹر بلند ماؤنٹ ایورسٹ کو ۲۴ رمئی کو سر کیا اور ۲۷ رمئی کو بیس کیمپ میں واپس پہنچے۔ جنوب مغربی چین میں پیدا ہونے والے ژانگ ہانگ کی ۲۱ برس کی عمر میں ’گلوکوما‘ کی بیماری کے باعث بینائی چلی گئی تھی۔

عالمی ادارہ صحت سے چینی ویکسین ’سائنوویک‘ کو بھی منظوری مل گئی

عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے چین کی کورونا ویکسین ’سائنوویک‘ کے ایمرجنسی استعمال کی منظوری دے دی ہے۔ سائنوویک پاکستان میں پہلے ہی بڑے پیمانے پر شہریوں کو لگائی جا رہی ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق یہ چین کی تیار کردہ دوسری ویکسین ہے جس کے استعمال کی ڈبلیو ایچ او نے منظوری دی۔ اقوام متحدہ کے صحت کے اس ادارے نے ایک بیان میں کہا کہ ڈبلیو ایچ او نے آج سائنوویک کورونا ویکسین کے ایمرجنسی استعمال کو منظور کیا ہے۔ ویکسین خریدنے والے ملکوں، اس کے لیے فنڈنگ کرنے والوں، خریداری کرنے والی ایجنسیوں اور کمیونٹیز کو یقین دلایا جاتا ہے کہ سائنوویک تیاری، افادیت اور محفوظ ہونے کے عالمی معیار پر پورا اترتی ہے۔

سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ: چند وضاحتیں

تحریر: مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

خیرالقرون سے عصر حاضر تک کے جمہور علماء وفقہاء ومحدثین قرآن وحدیث کی روشنی میں عورتوں کے سونے یا چاندی کے استعمالی زیور پر وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں، اگر وہ زیور نصاب کے مساوی یا زائد ہو اور اس پر ایک سال بھی گزر گیا ہو، جس کے مختلف دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) قرآن وسنت کے وہ عمومی حکم جن میں سونے یا چاندی پر بغیر کسی (استعمالی یا غیر استعمالی) شرط کے زکوٰۃ واجب ہونے کا ذکر ہے اور ان آیات واحادیث شریفہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے پر سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ متعدد آیات واحادیث میں یہ عموم ملتا ہے، اختصار کی وجہ سے صرف ایک آیت اور ایک حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ سونا یا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں نکالتے) سو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، جو اس روز واقع ہوگا کہ ان (سونے وچاندی) کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ اور یہ جتایا جائے گا کہ یہ وہ ہے جس کو تم اپنے واسطے جمع کر کے رکھتے تھے۔ سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ (سورۃ التوبہ ۳۴، ۳۵) نبی اکرمؐ نے فرمایا: جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ کنز تم (جمع کئے ہوئے) میں داخل نہیں ہے۔ (ابوداود، مسند احمد) غرضیکہ جس سونے وچاندی کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی ہے، کل قیامت کے دن وہ سونا وچاندی جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام مال اور سونے وچاندی کے زیورات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والا بنائے تاکہ اس دردناک عذاب سے ہماری حفاظت ہوجائے۔ آمین۔

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جو سونے یا چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو کل قیامت کے دن اس سونے وچاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں۔ پھر اس سے اس شخص کا پہلو، پیشانی اور کمر داغ دی جائے گی اور قیامت کے پورے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغ دئے جاتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے لئے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوجائے۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فیمن لا یؤدی الزکوٰۃ) اس آیت اور حدیث میں عمومی طور پر سونے یا چاندی پر زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے خواہ وہ استعمالی زیور ہوں یا تجارتی سونا وچاندی۔ نیز قرآن کریم میں کسی ایک جگہ بھی استعمالی زیور کا استثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو دو سونے کے بھاری کنگن پہنے ہوئے تھی۔ نبی اکرمؐ نے اس عورت سے کہا کہ کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس عورت نے کہا: نہیں۔ تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے کل قیامت کے دن آگ کے کنگن تمہیں پہنائے۔ تو اس عورت نے وہ دونوں کنگن اتار کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے پیش کردئے۔ (ابوداود، کتاب الزکوٰۃ، باب الکنز ما ھو وزکوٰۃ الحلی) شارح مسلم امام نوویؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرمؐ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ہاتھ میں چھلا دیکھ کر مجھ سے کہا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میں نے آپ کے لئے زینت حاصل کرنے کی غرض سے بنوایا ہے۔ تو نبی اکرمؐ نے کہا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: تو پھر یہ تمہیں جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ (ابوداود ۱/ ۲۴۴، دارقطنی) محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام خطابیؒ نے (معالم السنن ۳/ ۱۷۶) میں ذکر کیا ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ چھلا تنہا نصاب کو نہیں پہنچتا، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس چھلے کو دیگر زیورات میں شامل کیا جائے، نصاب کو پہنچنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ امام سفیان ثوریؒ نے بھی یہی توجیہ ذکر کی ہے۔

(۴) حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں اور میری خالہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے سونے کے کنگن پہن رکھے تھے۔ تو نبی اکرمؐ نے کہا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: کیا تم ڈرتی نہیں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ

> **اگر زیورات استعمال کے لئے نہیں ہیں بلکہ مستقبل میں کسی تنگ وقت میں کام آنے (مثلاً بیٹی کی شادی) کے لئے رکھے ہوئے ہیں یا سال سے زیادہ ہوگیا اور ان کا استعمال بھی نہیں ہوا، تو اس صورت میں سونے کے زیورات پر زکوٰۃ کے واجب ہونے پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے، یعنی امت مسلمہ کا دوسرا مکتب فکر بھی متفق ہے۔**

ان کی وجہ سے آگ کے کنگن تمہیں پہنائے؟ لہٰذا ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (مسند احمد) محدثین کی ایک جماعت نے حدیث کو اس صحیح قرار دیا ہے۔ متعدد احادیث صحیحہ میں زیورات پر زکوٰۃ کے واجب ہونے کا ذکر ہے، یہاں طوالت سے بچنے کے لئے صرف تین احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

استعمالی زیور میں زکوٰۃ واجب نہ قرار دینے حضرات عموماً دو دلیلیں پیش کرتی ہے۔ (۱) عقلی دلیل: اللہ تعالیٰ نے اسی مال میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے جس میں بڑھوتری کی گنجائش ہو، جبکہ سونے اور چاندی کے زیورات میں بڑھوتری نہیں ہوتی۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ زیورات میں بھی بڑھوتری ہوتی ہے چنانچہ سونے کی قیمت کے ساتھ زیورات کی قیمت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) چند احادیث وآثار صحابہ: وہ سب کے سب ضعیف ہیں جیسا کہ محدثین نے دلائل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور تابعی وفقیہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی موقف ہے کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ہندوپاک کے جمہور علماء کرام نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی تحریر کیا ہے کہ استعمالی زیورات میں نصاب کو پہنچنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن بازؒ کی بھی قرآن وسنت کی روشنی میں یہی رائے ہے کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اصولی بات

موضوع بحث مسئلہ میں علماء کی ایک جماعت نے اختلاف ضرور کیا ہے، لیکن اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی سونے یا چاندی پر زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں کسی ایک جگہ بھی استعمالی یا تجارتی سونے میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ نیز استعمالی زیور کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرنے کے لئے کوئی غیر قابل نقد وجرح حدیث احادیث کے ذخیرہ میں نہیں ملتی ہے، بلکہ بعض احادیث صحیحہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی واضح طور پر رہنمائی کررہی ہیں۔ نیز استعمالی زیور پر زکوٰۃ کے واجب قرار دینے کے لئے اگر کوئی حدیث نہ بھی ہو تو قرآن کریم کے عمومی حکم کی روشنی میں ہمیں ہر طرح کے سونے وچاندی پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے خواہ اس کا تعلق استعمال سے ہو یا نہیں، تاکہ کل قیامت کے دن رسوائی، ذلت اور دردناک عذاب سے بچ سکیں۔ نیز استعمالی زیور پر زکوٰۃ کے واجب قرار دینے میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کا فائدہ ہے تاکہ دولت چند گھروں میں نہ سمٹے بلکہ ہم اپنے معاشرہ کو اس رقم سے بہتر بنانے میں مدد حاصل کریں۔

احتیاط

وہ مذکورہ بالا احادیث جن میں نبی اکرمؐ نے استعمالی زیور پر بھی وجوب زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، ان کے صحیح ہونے پر محدثین کی ایک جماعت متفق ہے۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ہم استعمالی زیور پر بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کریں تاکہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے پر قرآن وحدیث میں جو سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان سے ہماری حفاظت ہوسکے۔ نیز ہمارے مال میں پاکیزگی کے ساتھ اس میں نمو اور بڑھوتری اسی وقت پیدا ہوگی جب ہم مکمل زکوٰۃ کی ادائیگی کریں گے، کیونکہ زکوٰۃ کی مکمل ادائیگی نہ کرنے پر مال کی پاکیزگی اور بڑھوتری کا وعدہ نہیں ہے۔ نیز جو بعض اسلاف استعمالی زیور میں زکوٰۃ کے وجوب کے قائل نہیں تھے، ان کی زندگیوں کے احوال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو اپنی ضروریات کے مقابلے میں دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں اپنی دنیا وآخرت کی کامیابی سمجھتے تھے اور اپنے مال کا ایک بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے تھے۔ تاریخی کتابیں ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ اِس وقت امت مسلمہ کا بڑا طبقہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے بھی تیار نہیں ہے چہ جائیکہ دیگر صدقات وخیرات وتعاون سے اپنے غریب بھائیوں کی مدد کرے، لہٰذا استعمالی زیور پر زکوٰۃ نکالنے میں ہی احتیاط ہے تاکہ ہم دنیا میں غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کر کے کل قیامت کے دن نہ صرف عذاب سے بچ سکیں، بلکہ اجر عظیم کے بھی مستحق بنیں۔

چند وضاحتیں

اگر زیورات استعمال کے لئے نہیں ہیں بلکہ مستقبل میں کسی تنگ وقت میں کام آنے (مثلاً بیٹی کی شادی) کے لئے رکھے ہوئے ہیں یا سال سے زیادہ ہوگیا اور ان کا استعمال بھی نہیں ہوا، تو اس صورت میں سونے کے زیورات پر زکوٰۃ کے واجب ہونے پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے، یعنی امت مسلمہ کا دوسرا مکتب فکر بھی متفق ہے۔

زیورات کی زکوٰۃ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت پرانے سونے کے بیچنے کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ یعنی آپ کے پاس جو سونا موجود ہے اگر اس کو مارکیٹ میں بیچیں تو وہ کتنے میں فروخت ہوگا اس قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

ڈائمنڈ پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے پر امت مسلمہ متفق ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ نے اس کو قیمتی پتھروں میں شمار کیا ہے۔ ہاں اگر یہ تجارت کی غرض کے لئے ہوں تو پھر نصاب کے برابر یا زیادہ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اگر کسی شخص کے پاس سونے یا چاندی کے علاوہ نقدی یا بینک بیلینس بھی ہے تو ان پر بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، البتہ دو بنیادی شرطیں ہیں: ۱۔ نصاب کے مساوی یا زائد ہو۔ ۲۔ ایک سال گزر گیا ہو۔ ◻◻

بچوں کا گوشہ: والدین کے ساتھ حسن سلوک

ارشادِ خداوندی ہے: ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا تاکیدی حکم فرمادیا ہے۔ (الاحقاف) نیز ارشادِ ربانی ہے: میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔ (لقمان)

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کا بھی حکم فرمایا ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ والدین کا شکر گزار بن کر رہنا ایک مسلمان کے لیے کتنا ضروری ہے، حتیٰ کہ اگر کسی کے والدین کافر ہوں تب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا چاہیے اور ان کی خدمت میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: اور ان (کافر والدین) کے ساتھ دنیا میں نیکی اور اچھائی کا معاملہ کرتے رہو۔ (لقمان) اسی طرح احادیث نبویہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کی تاکید اور اس کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے:: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے کہا اس کے بعد کونسا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ میں نے کہا پھر کونسا تو آپؐ نے فرمایا جہاد۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث شریف میں نماز کے بعد سب سے افضل عمل والدین کے ساتھ حسن سلوک کو قرار دیا گیا ہے چنانچہ ماں باپ کو خوش اور راضی رکھنے سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوجاتا ہے اور ماں باپ کو ناراض کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوجاتا ہے۔ حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: رب کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی)

والدین کی خدمت واطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا سراسر نیکی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث تو ہے ہی، والدین کو محبت اور رحمت بھری نگاہوں سے دیکھنا بھی عظیم اجر وثواب کا حامل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی اولاد جب بھی رحمت کی نظر سے (ماں باپ کو) دیکھے تو ہر نظر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مقبول حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اگرچہ روزانہ سو مرتبہ دیکھے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اللہ بہت بڑا ہے اور بہت زیادہ پاک ہے۔

گوشۂ خواتین: سرورِ کائنات ﷺ اور حقوقِ نسواں

اسلام سے قبل لڑکیوں کو ایک بوجھ سمجھا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ خاندان میں اولادِ ذکور کی جو عزت تھی لڑکیاں اس سے بالکل محروم تھیں، چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے خود قرآن مقدس نے ان لوگوں کو نہایت کمینہ اور دنی الطبع قرار دیا جو لڑکی کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھایا کرتے تھے اور اس کے وجود کو اپنے خاندان کے لیے ایک بارِ گراں سمجھتے تھے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا ہے کہ آیا ذلت اُٹھا کر اس کو اپنے پاس رہنے دے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔ سنو! بہت برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔ (سورہ نحل: ۵۸-۵۹) بہت سے لوگ لڑکیوں کو اس لیے عزت، احترام اور شفقت ومحبت کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں کہ آگے چل کر ان سے خاندان کی معاشی بہبود میں کیا اضافہ ہوگا؟ اس لیے لڑکیوں پر ویسی توجہ نہیں دی جاتی جیسے لڑکوں پر۔ نبی کریمؐ نے اس تصور کو غلط بتایا اور صاف لفظوں میں حکم دیا کہ امتیازی سلوک کے لیے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ”بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، بیشک بیٹیاں (والدین کے لیے) غمگسار ہیں اور عزیز۔“ (احمد وطبرانی) یہی نہیں بلکہ اس عورت کو برکت والی بتلایا جو کسی لڑکی کو جنم دے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ”وہ عورت برکت والی ہے جو لڑکی کو پہلے جنم دے۔“ (مردویہ وابن عساکر)

آپؐ نے امتیازی سلوک سے منع فرمایا اور ساتھ ہی اس بات کی بھی تاکید فرمائی کہ خبردار کبھی بیٹیوں سے تغافل اور ان پر سختی مت کرنا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کا بیٹا آیا، اس نے بیٹے کو بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ پھر اس کی بچی آئی جسے اس نے اپنے سامنے بٹھایا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: تم نے ان دونوں (بیٹے اور بیٹی) کے درمیان برابری سے کام کیوں نہیں لیا۔“ (بزاز) رحمۃ للعالمین کا عورت ذات پر اس سے بڑا احسان وکرم اور کیا ہوگا کہ آپؐ نے نہ صرف ان کے حقوق کی حفاظت کی بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر اتنے عظیم اجر کا وعدہ فرمایا کہ جس کی نظیر تمام عالم میں نہیں ملتی۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”جس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہو اور وہ اسے تکلیف نہ دے، نہ اس کی اہانت کرے اور نہ لڑکوں کو اس پر فوقیت دے تو اللہ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔“ (کنز العمال)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان کو پالے، پرورش کرے اور ان کا کفیل ہو اس کے لیے جنت واجب ہے۔“ کسی نے عرض کیا: کسی کی دو لڑکیاں ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”دو والے کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔“ پھر کسی نے کہا: ایک لڑکی ہو اور اس کی کفالت کی جائے، آپؐ نے فرمایا: ”ایک لڑکی والے کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔“ (ایضاً)

صفحہ تحفظ ختم نبوت

قادیانیت کا تعاقب کیسے کریں؟

خاموش کام کرنے والے ذمہ دارانِ امت (علمائے کرام) کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی پورے علاقہ پر گہری نظر رہنی چاہیے اور جہاں کہیں بھی ان کو اس فتنہ کی بو محسوس ہو وہ وہاں دو کام ضرور کریں:

(الف) فتنہ پرور کا پامردی اور پورے عزم و ہمت کے ساتھ تعاقب کیا جائے اور جب تک فتنہ اپنے کیفر کردار تک نہ پہنچ جائے اپنی جدوجہد کو جاری رکھا جائے۔ فتنۂ قادیانیت نہایت خطرناک اور چالاک فتنہ ہے۔ قاطع مرزائیت مولانا محمد اسماعیل کٹکی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے ہیں کہ اس فتنہ کی مثال کچھوے کی سی ہے۔ کچھوہ آگے بڑھنے سے پہلے چاروں طرف دیکھتا ہے، جب وہ محسوس کرلیتا ہے کہ کوئی آس پاس نہیں تو اپنا منہ اور پاؤں نکال کر چلنے لگتا ہے لیکن جیسے ہی اسے کوئی آہٹ یا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو پھر منہ اندر کرلیتا ہے اور پاؤں سمیٹ لیتا ہے، بالکل یہی حال قادیانیوں کا ہے کہ وہ پہلے پورے ماحول کا جائزہ لیتے ہیں اور جب انھیں اطمینان ہوجاتا ہے کہ میدان خالی ہے، حالات سازگار ہیں، یہاں کوئی تم سے مزاحمت کرنے والا نہیں تو بڑی چالاکی کے ساتھ اپنا کام شروع کردیتے ہیں لیکن جب انھیں اندازہ ہوتا ہے کہ تمہاری سرکوبی کے لیے کوئی موجود ہے اور ساری فتنہ پردازیوں پر نظر رکھی جارہی ہے تو ان کی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑجاتی ہیں۔

> **کچھوہ آگے بڑھنے سے پہلے چاروں طرف دیکھتا ہے، جب وہ محسوس کرلیتا ہے کہ کوئی آس پاس نہیں تو اپنا منہ اور پاؤں نکال کر چلنے لگتا ہے لیکن جیسے ہی اسے کوئی آہٹ یا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو پھر منہ اندر کرلیتا ہے اور پاؤں سمیٹ لیتا ہے، بالکل یہی حال قادیانیوں کا ہے۔**

(ب) خاموش کام کرنے والوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اولاً ان اسباب وعلل کو معلوم کریں کہ جن کی وجہ سے اس فتنہ کو اپنے بال و پر کھولنے کا موقع ملتا ہے تاکہ سب سے پہلے ان اسباب کا علاج کیا جاسکے۔ ہندستان کے جن علاقوں میں قادیانی مبلغین سرگرم ہیں وہاں کے اسباب وحالات کا جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس کے دو بڑے سبب ہیں:

فتنوں کے پھیلنے کے وجوہ واسباب

(۱) **جہالت**: جو لوگ دین کی بنیادی ضروری تعلیمات اور اسلام کے اساسی عقائد سے ناواقف ہوتے ہیں وہ لوگ قادیانیوں کے دامِ فریب میں آسانی سے پھنس جاتے ہیں۔ فتنۂ قادیانیت دام ہر رنگ زمین ہے، یہ لوگ قرآن وحدیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ صحابہؓ وتابعینؒ کی زندگی پیش کرتے ہیں اور اسلامی اصلاحات کا سہارا لیتے ہیں اور خود کو مسلمان ظاہر کرکے اُن سیدھے سادے مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں گرفتار کرتے ہیں لہٰذا سب سے پہلے جہالت کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو دینی عقائد اور اسلامی تعلیمات سے آشنا کرایا جائے، اس کے لیے جگہ جگہ دینی مکاتب قائم کیے جائیں اور عقائد و اعمال کی اصلاح و درستگی کی طرف خصوصی توجہ کی جائے نیز اسلام کے خلاف اُٹھنے والی تحریکات سے ان کو باخبر کیا جائے۔ اگر ہم نے یہ کام کرلیا تو انشاء اللہ کسی بھی فتنہ کو پیر جمانے کا موقع نہ مل سکے گا اور وہ اپنی موت آپ مرجائے گا۔

ٹورنٹو ہوائی اڈّہ کا ایک واقعہ

تحریر: مولانا مفتی سعید احمد پالن پوریؒ

قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج ان کا مذہبی لٹریچر مختلف زبانوں میں چھپ کر تقسیم ہورہا ہے۔ ایک مرتبہ دورانِ سفر مجھے ٹورنٹو ہوائی اڈّہ پر نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جس ہال میں میں نے نماز ادا کی وہاں تمام مذاہب کا لٹریچر رکھا ہوا تھا لیکن دین اسلام کی کوئی کتاب وہاں موجود نہیں تھی۔ میں نے وہاں کے ایک ذمہ دار سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ یہاں تمام مذاہب کی کتابیں رکھی ہوئی ہیں مگر دین اسلام کی کوئی کتاب نہیں ہے تو اس نے قادیانیوں کی کتابوں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ یہ دیکھئے آپ کے مذہب کا لٹریچر بھی یہاں موجود ہے۔ یہ دیکھ کر میں دنگ رہ گیا، وہ ذمہ دار مذہباً عیسائی تھا، اس کو تو میں کوئی جواب نہ دے سکا لیکن آپ سوچئے کہ قادیانی خود کو مسلمان باور کرانے کے لیے کس قدر کوشاں ہیں اس لیے اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ناواقف مسلمانوں کو قادیانیوں کی حقیقت واصلیت سے باخبر کیا جائے۔

(۲) **غربت وافلاس**: دوسری وجہ مسلمانوں کی ناداری ومفلسی اور معاشی بدحالی ہے۔ قادیانی مبلغین ان مسلمانوں کو جو اقتصادی اعتبار سے کمزور ہیں، نشانہ بناتے ہیں۔ اگر وہاں مسجد نہیں تو مسجد کی تعمیر کرادیتے ہیں، مدرسہ قائم کرتے ہیں، غریبوں کا مالی تعاون کرتے ہیں، طلبہ کو تعلیمی وظائف دیتے ہیں۔ قادیانیوں کے پاس دولت کی فراوانی ہے، ایک فنڈ تو ان کے پاس وہ ہے جو عیسائیوں اور دوسری اسلام دشمن تنظیموں سے انھیں پہنچتا ہے، دوسرا فنڈ وہ ہے کہ ہر ایک قادیانی اپنی آمدنی کا ۲۵ فیصد اپنے مشن کو دیتا ہے۔ آمدنی کے دیگر ذرائع بھی نہایت مضبوط و فراواں ہیں اس لیے ذمہ دارانِ امت اس طرف بھی توجہ کریں کہ مسلمانوں کی معیشت مضبوط و اطمینان بخش ہوجائے۔ فتنوں کو راہ ملنے میں غربت وافلاس کا بڑا دخل ہے۔ مشہور ہے ”کاد الفقر ان یکون کفراً“ محتاجی کفر تک پہنچادیتی ہے۔ قوم کی ناداری ومفلسی کا مسئلہ کوئی لاینحل اور مشکل مسئلہ نہیں ہے، ہمارے سامنے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہے۔ جزیرۃ العرب میں بھی یہ مسئلہ نہایت اہم تھا، وہاں بھی غربت و افلاس سے لوگ پریشان تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خصوصی توجہ فرمائی۔ اسلامی خزانہ یا تو حرب ودفاع کے شعبہ پر خرچ ہوتا یا پھر عام مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا جاتا تھا۔ اگر اسلامی بیت المال خالی ہوجاتا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت مندوں کا پورا خیال فرماتے۔ ازواجِ مطہرات کو جو نان ونفقہ سال بھر کے لیے دیا جاتا تھا وہ ایک ہی ماہ میں خرچ ہوجاتا تھا اور پھر آپؐ کے گھر میں دو دو ماہ چولھا نہ جلتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک قبیلہ کا وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی حالت بڑی خستہ تھی۔ آپؐ نے اعلان کرادیا ”الصلوٰۃ جامعۃ“ جمعہ کے علاوہ جب کبھی تمام مسلمانوں کو جمع کرنا مقصود ہوتا تھا تو آپؐ یہ اعلان کرادیتے، اس اعلان کو سن کر تمام مسلمان جمع ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرامؓ سے اس قبیلہ کے لیے تعاون کی اپیل کی۔ بہرحال جب اسلامی بیت المال خالی ہوجاتا تو عام مسلمان دوسرے خستہ حال مسلمانوں کی مدد فرماتے تھے۔ سیرت کے ان واقعات سے معلوم ہوا کہ غربت وافلاس کو دور کرنے کے لیے اجتماعی منظّم کوشش ہونی چاہیے۔ آج ہندستان میں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بڑے بڑے جامعات، دینی ادارے اور اسلامی مراکز عام مسلمانوں کے تعاون سے چل رہے ہیں۔ جب ہم لاکھوں کے بجٹ سے مدرسے چلا سکتے ہیں تو کیا ہم یہ فنڈ جمع نہیں کرسکتے۔ ہمیں اس کے بارے میں غور وفکر کرنی چاہیے تاکہ جہالت و پسماندگی کو دور کرکے ہم اس فتنے سے مسلمانوں کو بچاسکیں۔

> **آج ہندستان میں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بڑے بڑے جامعات، دینی ادارے اور اسلامی مراکز عام مسلمانوں کے تعاون سے چل رہے ہیں۔ جب ہم لاکھوں کے بجٹ سے مدرسے چلا سکتے ہیں تو کیا ہم یہ فنڈ جمع نہیں کرسکتے۔**

پہلے کیا کریں؟

خاموشی کے ساتھ کام کرنے والوں کے لیے سطور بالا میں دو رایوں کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ دونوں رائیں اکابر سے معلوم ہیں، اگر فتنۂ قادیانیت کے سدباب کے لیے دونوں ہی کام کیے جائیں تو بہترین نتائج برآمد ہوں گے لیکن ترتیب عملی کے اعتبار سے اگر پہلے رائے عامہ کو بیدار کیا جائے اور پھر خاموش تعاقب کے لیے جہالت اور غربت دور کرنے کے اسباب کو اختیار کیا جائے تو کام کی یہ ترتیب زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔ □□

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا عثمان احمد قاسمی جونپوری

اے مرے ہمسفر کرلے نیچی نظر ، سرورِ انبیاء کا یہ دربار ہے
گردشِ وقت سے ہم پریشان ہیں ، کیا گزارش کریں سخت حیران ہیں
ہاں وہ وقتِ سحر گنبدِ سبز پر ، ہر طرف سے اٹھی عاشقوں کی نظر
واہ مسجد کے مینار کی روشنی رات میں جیسے انوار کی چاندنی
آپ کے در پہ ایک عاشق زار ہے ، آپ کی یاد میں محو و سرشار ہے
آپ کے نور سے ہے منوّر جہاں ، یہ نجوم و قمر اور یہ کہکشاں
ہے صداقت عدالت کا سودا یہاں ، ہے سخاوت شجاعت کا سودا یہاں

جبرئیل امیں بھی جھکاتے ہیں سر ، ہے تجھے کچھ خبر یہ وہ سرکار ہے
اے شہ بحروبر کیجیے اِک نظر ، دور ساحل ہے کشتی ہے منجدھار ہے
روشنی دل میں آئی اسے دیکھ کر ، حجرۂ نور کیسا ضیا بار ہے
دیکھ کر یہ ضیا میرے دل نے کہا کہ یہی عرش اعظم کا مینار ہے
اس کو اپنی محبت عطا کیجیے ، وہ فقط آپ ہی کا طلب گار ہے
آپ کے فیض سے ہیں تجلّی فشاں ، آپ کی ذات ہی بحر انوار ہے
ہے محبت مروّت کا سودا یہاں ، دیکھ لو یہ مدینے کا بازار ہے

کیجیے اِک نظر اپنے عثمان پر ، بے کس و بے قرار و پریشان پر
اس کے غم کا مداوا نہیں ہے یہاں ، وہ تو شہرِ مدینہ کا بیمار ہے

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ سائز: ۲۳×۳۶/۸ قیمت -/150
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

الیکشن کمشنر اور انتخابی اصلاحات

ملک میں جمہوریت آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہے۔ دستور کی دھجیاں اڑ رہی ہیں عدالت فرائض ادا کرنے سے قاصر ہے۔ تمام سرکاری ادارے دباؤ میں کام کر رہے ہیں۔ جمہوریت کے لیے آزاد اور غیر جانبدار انتخابات بہت ضروری ہیں اس کے بغیر جمہوریت باقی نہیں رہ سکتی الیکشن کمیشن اگر حکومت کی طرفداری کرنے لگے تو پھر منصفانہ اور آزاد چناؤ کیسے ہوسکتا ہے؟ چناؤ بے معنی ہوکر رہ جائے گا۔ ہندوستان میں الیکشن کمشنر بہت ہوئے چند ہی اچھے ثابت ہوئے۔ مگر سنیل اروڑا جن کی نگرانی میں جتنے بھی الیکشن ہوئے سب ہی غیر منصفانہ اور جانبدارانہ ہوئے۔ حالیہ انتخابات جو چار ریاستوں اور ایک مرکز ماتحت ریاست میں ہوئے وہ انتہائی غیر منصفانہ ہوئے خاص طور پر بنگال میں الیکشن کمشنر نے جانبداری اور بے ایمانی کی حد کردی۔ بنگال میں مودی-شاہ نے جو چاہا جیسے چاہا الیکشن کمشنر نے ویسا ہی کیا۔ ہر ریاست میں ایک یا دو مرحلوں میں ہوئے مگر بنگال میں آٹھ مرحلوں میں الیکشن ہوئے ایک ایک ضلع میں چار چار مرحلوں میں الیکشن کئے گئے۔ بی جے پی کے تمام لیڈروں نے مذہب کا خوب خوب استعمال کیا۔ گالی گلوج سے کام لیا بدتہذیبی کی حد کردی مگر الیکشن کمشنر منہ پر پٹی باندھے رہا۔ جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ الیکشن کمشنر اب ریٹائرڈ ہوچکے ہیں ان کی تمنا ہوگی کہ مودی جی انہیں انعام واکرام سے نوازیں مگر مودی جی کو Set Back ایسا ہوا کہ بولتی بند ہے اس ماحول میں وہ کریں تو کیا کریں؟ ان کی اور الیکشن کشنر کے چلتے کورونا بھی پھیلا اس کی وجہ دونوں منہ دکھانے کے لائق نہیں۔ بنگال میں مودی جی اپنی ساری فوج اتارنے کے باوجود ساری غیر مہذب حرکتیں کرنے کرانے کے باوجود بری طرح ناکام رہے او دیدی او دیدی، دو مئی دیدی گئی کہنے والے دادا ہی چلے گئے اور اصلی پریورتن کا ان کا خواب چکنا چور ہوگیا۔ ان کے دست راست دوسو سیٹوں کی تعداد پار کرنے کا نعرہ دے رہے تھے اسے بھی نہیں پار کرسکے۔ دیدی کو وحشت ناک مودی فوج ڈرا کر اور دھمکی اور دھونس دکھا کر سی بی آئی، ای ڈی، انکم ٹیکس سب کو میدان میں اتار دیا مگر دیدی نے کہا کھیلا ہوبے۔ یہ نعرہ اس قدر ریاست کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک مقبول ہوا کہ اس کھیلا سے سارے ملک سے بلائی گئی فوج کو بنگال کی فوج سے شرمناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور ان کے دو کمانڈروں کو منہ کی کھانی پڑی۔ جب الیکشن کمشنر کی طرف سے الیکشن کی تاریخ اور شیڈول کا اعلان ہوا تو انڈین ایکسپریس نے لکھا کہ ”حکمراں جماعت ترنمول کانگریس کو ایک لمبی مدت تک بنگال میں الیکشن کرانے سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔“ ممتا بنرجی کے انتخابی مشیر کار پرشانت کشور نے کہا کہ: میں نے ایسا جانبدار الیکشن کمشنر کبھی نہیں دیکھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ الیکشن کمشنر بی جے پی کے panel poll extension کے طور پر کام کر رہے ہیں ان کے لیڈروں کو مذہب کا بے دریغ استعمال کرنے کی پوری چھوٹ دے رکھی ہے۔ بنگال میں کورونا کی مہا ماری میں مودی جی کو بے حساب ریلیوں کو خطاب کرنے کے لئے پورے ایک مہینے کی مدت دیدی تاکہ وہ بار بار آسکیں بنگلہ دیش جائیں تو وہاں سے بھی مہم چلائیں۔ ان سب کے باوجود مودی اور الیکشن کمشنر کی حکمت عملی دھری کی دھری رہ گئی۔

۱۹۵۷ء میں پہلے الیکشن کمشنر سیو کمار سین نے کہا تھا ”ہم لوگوں نے اپنی آزادی کے دس سال کے اندر ایک ایسا انتخابی نظام دیا جو اتنا اچھا اور کارگر ہے کہ ایشیا کے لیے ایک تحفہ سے کم نہیں“ آج انتخابی نظام کی ناکامی ہندوستان کی بدنامی کا سبب بنتا جا رہا ہے مشہور الیکشن کمشنر ٹی این سیشن کو صاف ستھرا اور منصفانہ الیکشن کے لیے آج بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سنیل اروڑا کو بھی بدنام زمانہ کے طور پر یاد کیا جائے گا۔ ایک اپنی نیک نامی کے لئے یاد کیا جائے گا دوسرا اپنی بدنامی کے لیے یاد کیا جائے گا۔ انتخابی اصلاحات کے لیے بہت سفارشات پیش کی گئی ہیں مگر جو بھی حکومت آتی ہے اسے کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتی۔ انتخابی نظام کچھ ایسا ہے کہ اچھے اور ایمان دار آدمی الیکشن میں حصہ لینے کی جرأت ہی نہیں کرسکتے کیونکہ مجرمانہ صفات کے حامل افراد سے کون مقابلہ کرسکتا ہے؟ گندے لوگ گندے لوگوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ پہلی چیز کریمنل عناصر کو کسی قیمت پر الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے یہ قانون شکن قانون ساز ادارے یا اسمبلی کے کیسے ممبر ہوسکتے ہیں؟ اس پر قدغن نہ لگنے کی وجہ سے تیس چالیس فیصد پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں قاتل، ڈکیت۔ بدعنوان، چور اور بے ایمان پائے جاتے ہیں۔ دوسری چیز مہم میں روپے پیسے کا بے دریغ استعمال پر پابندی عائد کرنی ہوگی الیکشن کمیشن کو امیدواروں کی تشہیر کی ذمہ داری سونپنی ہوگی اس سے اربوں کی رقم برباد ہونے سے بچ جائے گی۔ ایسا ہو تو عام آدمی بھی چناؤ لڑنے کی ہمت کر سکیں گے ایسی کچھ انتخابی اصلاحات انتہائی ضروری ہیں۔ الیکشن کمیشن کی غیر جانبداری بہت ضروری ہے۔ موجودہ حکومت سے کچھ اچھی امید نہیں کی جا سکتی ہے مگر کوشش کرتے رہنا ہوگا۔ ◻◻

> **انتخابی اصلاحات کیلئے بہت سفارشات پیش کی گئی ہیں مگر جو بھی حکومت آتی ہے اسے کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتی۔ انتخابی نظام کچھ ایسا ہے کہ اچھے اور ایمان دار آدمی الیکشن میں حصہ لینے کی جرأت ہی نہیں کر سکتے کیونکہ مجرمانہ صفات کے حامل افراد سے کون مقابلہ کرسکتا ہے؟**

اترپردیش: یوگی حکومت کے چار سال: ایک جائزہ

گزشتہ ماہ یوگی آدتیہ ناتھ کی سربراہی میں بی جے پی کی حکومت نے اترپردیش میں چار سال مکمل کرلیے ہیں۔ اس موقع پر یوگی آدتیہ ناتھ حکومت نے اپنی چار سالہ کامیابیوں کا ذکر کیا۔ ذیل میں ان کی حکومت کے چند دعوؤں کو پرکھا گیا ہے۔

جرائم

دعویٰ: حکومت کی جرائم کو قطعاً برداشت نہ کرنے کی پالیسی کے گزشتہ چار سالوں میں مثبت نتائج سامنے آئے۔

حقیقت: یوپی میں جرائم کی مجموعی تعداد میں اضافہ جاری ہے تاہم ان میں تیزی آنے کی شرح میں ۲۰۱۷ء سے اب تک کمی ہوئی ہے۔ یہاں نیشنل کرائم ریکارڈز بیورو کے اعداد وشمار کے مطابق سماجوادی پارٹی کے گزشتہ دورِ حکومت کا وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کے پہلے چار سال کے دور سے موازنہ کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر گزشتہ آٹھ سالوں میں جرائم کی تعداد میں اضافہ دیکھا گیا ہے تاہم ان میں تیزی آنے کی شرح ۲۰۱۲ء سے اوپر نیچے ہورہی ہے۔ ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۵ء میں جرائم بڑھنے کی شرح ۲۰۱۹ء سے بھی کم تھی اور اس وقت یہ ۱ء۵ فیصد اور ۶ء۰ فیصد تھی۔ جب یوگی آدتیہ ناتھ نے ۲۰۱۷ء میں عہدہ سنبھالا اس وقت سے جرائم کی شرح میں دس فیصد اضافہ ہوا اور ۲۰۱۹ء میں یہ پھر دس فیصد بڑھا۔ جرائم کی مجموعی تعداد تین فیصد بڑھی تاہم ۲۰۱۹ء میں اترپردیش میں ملک میں سب سے زیادہ جرائم رپورٹ کیے گئے۔

جرائم میں سالانہ اضافہ

دعویٰ: ۱۷-۲۰۱۶ء کے مقابلے میں قتل کے واقعات ۱۹ فیصد کم ہیں جبکہ ریپ کے واقعات ۴۵ فیصد کم ہیں۔

حقیقت: یہ بات درست ہے کہ ریاست میں قتل اور ریپ دونوں کے واقعات میں کمی ہوئی ہے مگر ملک بھر میں ریاست دونوں جرائم کے حوالے سے بلند ترین سطح پر گنی جاتی ہے۔ موجودہ اعداد وشمار کے مطابق ریپ کیسوں میں ۲۰۱۶ء سے ۲۰۱۹ء کے درمیان ۳۶ فیصد کمی آئی نہ کہ ۴۵ فیصد جس کا وزیراعلیٰ نے دعویٰ کیا ہے۔ ریاست ریپ کے حوالے سے ملک میں دوسرے درجے پر آتی ہے۔ ۲۰۱۶ء سے ۲۰۱۹ء تک قتل کے واقعات میں ۲۵ فیصد کمی آئی ہے مگر ملک میں کسی بھی ریاست میں سب سے زیادہ قتل اترپردیش میں ہی ہوئے۔

احتجاجی مظاہرے

دعویٰ: گزشتہ چار سالوں میں کوئی احتجاجی مظاہرہ نہیں ہوا۔

حقیقت: احتجاجی مظاہروں کے بارے میں یہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔ ۲۰۱۸ء کے مقابلے میں احتجاجی مظاہرے کم ہوئے ہیں تاہم ریاست ابھی بھی انڈیا میں مظاہروں کے حوالے سے مہاراشٹر اور بہار کے بعد تیسرے نمبر پر آتی ہے۔ نیشنل کرائم ریکارڈز بیورو کے اعداد وشمار کے مطابق اترپردیش میں مظاہرے کے حوالے سے کیس ۲۰۱۶ء میں ۲۰۱۸، ۲۰۱۷ء میں ۸۹۹۰، ۲۰۱۸ء میں ۸۸۰۹، اور ۲۰۱۹ء میں ۱۴۷۵ تھے۔

معیشت

دعویٰ: ریاست میں فی کس آمدنی دوگنی ہوگئی ہے۔ ریاست میں فی کس آمدنی ۱۶-۲۰۱۵ء میں ۴۷ ہزار ۱۱۶ روپے سے آج ۹۴ ہزار ۴۹۵ روپے ہوگئی ہے۔

حقیقت: اترپردیش کے شعبہ معاشیات اور شماریات کے مطابق یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ اس حکومت کے اقتدار میں آنے کے بعد پہلے فی کس آمدنی ۴ فیصد کم ہوئی، اگلے سال اس میں دو فیصد اضافہ ہوا اور آئندہ دو سالوں میں ہر سال تقریباً پانچ فیصد کمی ہوئی۔ تازہ ترین اعداد وشمار کے مطابق ۲۱-۲۰۲۰ء میں فی کس آمدنی میں اضافے کی شرح ۴ء۰ فیصد کم ہوئی ہے۔ ◻◻

ہندوستانی معیشت کیلئے ۲۱-۲۰۲۰ء ’انتہائی تاریک‘ سال: پی چدمبرم

سابق مرکزی وزیر اور کانگریس کے سینئر لیڈر پی چدمبرم نے ہندوستانی معیشت کی بدحالی کے لیے مودی حکومت کو پرزور انداز میں تنقید کا نشانہ بنایا۔ یکم جون کو جاری ایک پریس بیان میں انھوں نے سال ۲۱-۲۰۲۰ء کے دوران معیشت میں ۷ء۳ فیصد کی گراوٹ پر فکر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ”اگر ۲۲-۲۰۲۱ء میں ایسی حالت سے بچنا ہے تو حکومت کو اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپوزیشن پارٹیوں اور ماہرین معیشت کے مشورے پر غور کرنا چاہیے۔“ سابق مرکزی وزیر مالیات نے معیشت کے لحاظ سے ۲۱-۲۰۲۰ء کو گزشتہ چار دہائی کا ’سب سے تاریک‘ سال قرار دیا اور ساتھ ہی کہا کہ ”کورونا وبا کے ساتھ ہی حکومت کے ناتجربہ کار اور نااہل معاشی مینجمنٹ سے حالات مزید بگڑ گئے۔“ انھوں نے مزید کہا کہ ”جس کا اندازہ لگایا جا رہا تھا وہی ہوا۔ گزشتہ مالی سال کے دوران معیشت میں 7.3 فیصد کی گراوٹ درج کی گئی۔“

تجزیہ — عارف عزیز، بھوپال

چھوٹی ریاستوں کی تشکیل کے تجربات کیا کہتے ہیں؟

انگریزوں کو کتنا ہی برا کہا جائے، لیکن ان کی معاملہ فہمی اور انتظامی مصلحتوں کو بروئے کار لانے کی صلاحیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ انگریزوں کی دوراندیشی ہی تھی کہ انہوں نے ریاستوں کو اپنی انتظامی سہولت اور سیاسی مفاد کے پیش نظر تقسیم وتشکیل کیا تھا، زبان، نسل، ذات اور برادری کی بنیاد پر نہیں۔ ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد بھی یہی صورت حال باقی رہتی تو قومی و جغرافیائی ہم آہنگی کیلئے یقیناً مفید ثابت ہوتی، زیادہ سے زیادہ جغرافیائی یونٹوں کی بنیاد پر علاقائی تقسیم عمل میں لائی جاسکتی تھی، مثال کے طور پر دریاؤں اور پہاڑوں کو سرحد مان کر نئی ریاستیں اس طرح وجود میں آتیں کہ کسی بھی ریاست میں کسی خاص زبان کے بولنے والوں کی اکثریت نہیں ہوتی، اس بارے میں ۱۹۴۷ء کا تجربہ ہی سبق لینے کے لئے کافی تھا، جس کے نتیجہ میں مذہبی اکثریت والے صوبوں کی بنیاد پر پاکستان وجود میں آیا، اگر تقسیم ملک کے تجربہ کے مضمرات کو پیش نظر رکھا جاتا تو کم از کم لسانی اکثریت کی بنیاد پر وہ ریاستیں بنائی نہ جاتیں، جنہوں نے اپنے وجود کے بعد سے ہی قومی اتحاد اور ملک کے استحکام کو نقصان پہنچانا شروع کردیا تھا۔

برصغیر میں دوسرا اہم واقعہ ۱۹۷۱ء میں اس وقت پیش آیا، جب لسانی بنیاد پر بنگلہ دیش پاکستان سے علاحدہ ہوگیا، اس وقت یہ حقیقت مزید آشکارا ہوگئی کہ لسانی تعصب اور علاقائی تنگ نظری کے سامنے عموماً مذہبی اتحاد کارگر نہیں ہوتا، پھر بھی گجرات، پنجاب، ہریانہ، ہماچل، میزورم، گوا اور دہلی جیسی ریاستیں بنتی رہیں اور ان میں سے بعض کی کارکردگی پہلے کے مقابلہ میں بہتر بلکہ دوسری ریاستوں کیلئے مثالی رہی، لیکن ۲۰۰۰ میں تین نئی ریاستیں چھتیس گڈھ، اترانچل اور جھارکھنڈ بننے کے وہ نتائج برآمد نہیں ہوئے، جن کی امید کی جارہی تھی۔

جہاں تک ہندوستان میں ریاستوں کی تشکیل کی تاریخ کا سوال ہے تو یہ تاریخ قبل مسیح سے ملتی ہے۔ اس وقت یہاں چھوٹی چھوٹی ریاستیں وجود میں تھیں، دورِ اکبری کے مشہور مورخ ابوالفضل نے ”آئینِ اکبری“ میں لکھا ہے کہ ”اکبر کے زمانہ میں صوبوں کی تعداد بارہ تھی“ جس کو جہانگیر نے بڑھا کر ۱۶ کردیا۔ اس کے بعد شاہجہاں نے تخت نشیں ہوکر اپنی سلطنت کے صوبوں کی تعداد ۲۲ کردی، اورنگ زیب نے ۲۱ صوبے رہنے دیئے ایک ختم کردیا۔ انگریزوں نے اپنی انتظامی سہولت کی بناء پر صوبوں کی تشکیل پر توجہ دی، پہلے ہوم سکریٹری سرہربرٹ رسلے نے بنگال کے بٹوارے کا مشورہ دیا لیکن عوام کی مخالفت پر ۱۹۱۱ء میں اسے منسوخ کردیا گیا تو ایک منصوبہ بند طریقے سے زبان ومذہب کی بنیاد پر نئی ریاستوں کی تشکیل کی تحریک کو بڑھایا گیا، آخر کار ۱۹۲۰ء کے ناگپور اجلاس میں کانگریس نے زبان کی بنیاد پر ریاستوں کی تشکیل کو منظوری دیدی۔ پھر بھی کانگریس اس مسئلہ کو زیادہ ہوا دینا نہیں چاہتی تھی، اسی لئے آزادی کے بعد کانگریس نے اپنی حکومت کے وزیر داخلہ سردار پٹیل کی نگرانی میں ملک کو متحد اور مستحکم کرنے کیلئے یہاں موجود ۵۶۲ ریاستوں کے انضمام کا اہم کام انجام دیا اور لسانی ریاستوں کی مانگ کرنے والوں کو خاموش کرنے کیلئے جسٹس ایس کے درکی قیادت میں ایک کمیشن بنایا، جس نے اپنی رپورٹ میں زبان کی بنیاد پر ریاستوں کے قیام کے فارمولے کو خارج کرکے مشورہ دیا کہ تاریخی، جغرافیائی، تہذیبی اور اقتصادی بنیاد پر ریاستوں کی تشکیل نو کی جائے، لیکن لسانی ریاستوں کے مضمرات کا اندازہ لگانے کے باوجود کانگریس کی حکومت کو اس وقت اس مطالبہ کے آگے جھکنا پڑا جب آندھرا کے لئے تحریک نے شدت اختیار کرلی۔

اس کے بعد تو نئی ریاستیں بنانے کی ایک دوڑ شروع ہوگئی جو اب تک جاری ہے اور اس کے نتیجہ میں پنجاب کو تین حصوں، ہریانہ، ہماچل پردیش اور پنجاب میں، ممبئی کو دو حصوں گجرات اور مہاراشٹر میں اور آسام کو سات حصوں آسام، میگھالیہ، ناگالینڈ، میزورم، اروناچل، تری پورہ اور منی پور میں بانٹا گیا۔ اسی طرح گجرات، گوا، ہماچل، دہلی اور بعد میں اترانچل، جھارکھنڈ، چھتیس گڈھ کی تشکیل کے پیچھے بھی یہی دلیل کام کررہی تھی کہ چھوٹی ریاستیں ہونے سے وہاں کے لوگوں کے امنگوں کو پورا کرنے میں مدد ملے گی۔ اسی بنیاد پر آندھرا پردیش میں علاحدہ تلنگانہ ریاست قائم ہوئی، جموں وکشمیر ریاست کے تین حصے کرنے کا عمل بہت جلد بازی میں حکومت نے انتقاماً کیا ہے جس سے سبھی پریشان ہیں۔

نئی ریاستوں کے مطالبہ کی اہم بنیاد ان کے علاقوں کی ترقیات کو نظر انداز کرنا بتایا جاتا ہے، دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ چھوٹی ریاستیں بن جانے سے علاقائی امنگوں کو پورا کرنے میں مدد ملے گی اور انتظام وانصرام میں بھی آسانی ہوگی، اس کی تصدیق ہریانہ اور گجرات ریاستوں کی تیز رفتار ترقی سے ہوتی ہے کہ جنہوں نے نئی شناخت ملنے کے بعد زراعت وصنعت کے میدان میں اپنی پیش رفت کا سبھی سے اعتراف کرایا ہے، ایک اور بات جو تجربہ میں آئی ہے کہ بڑی ریاستوں کی حکومتوں پر کسی خاص حصہ کا دباؤ حاوی رہنے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے، ریاستوں میں اقتدار کی لامرکزیت کے فوائد کے ساتھ چھوٹی ریاستوں سے مرکز مستحکم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے، سابق سفیر برائے امریکہ عابد حسین تو اس کے حق میں تھے کہ ہندوستان میں ریاستوں کے رقبہ کا ازسرنو جائزہ لینے کے لئے ایک کمیشن بنایا جائے جو انتظامی لحاظ سے بہتر اور اہل حکمرانی والی چھوٹی ریاستیں تشکیل دے سکے، کیونکہ ان کے بقول بڑی ریاستیں طاقتور نہیں ہوتیں بلکہ مختلف مسائل کا شکار بنی رہتی ہیں اور ان کے دارالحکومت بھی سینکڑوں کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہونے کی وجہ سے ریاستی آبادی کی اکثریت کی پہنچ سے باہر ہوتے ہیں، جس طرح دلی ملک کے بڑے حصہ کے لئے دور ہے، اسی طرح لکھنؤ، پٹنہ اور بھوپال بھی اپنے ریاستی باشندوں کے لئے نزدیک نہیں ہیں، چھوٹی ریاستیں بننے سے لوگ اس قابل ہوسکیں گے کہ ان کی رسائی ہر علاقے تک بآسانی ہو، اس سے اقتدار کو بھی لامرکزیت حاصل ہوگی جو حقیقی جمہوریت کے لئے ضروری ہے۔ ◻◻

کھیل کی دنیا

لڑکیاں شادی کے بعد بھی کرکٹ کھیل سکتی ہیں

پاکستانی خواتین کرکٹ کھلاڑیوں کے لئے اسپورٹ پالیسی کا اعلان

پاکستان کرکٹ بورڈ نے بہت اچھا قدم اٹھایا ہے۔ اس سے نہ صرف موجودہ بلکہ آنے والی خواتین کرکٹرز کو بہت فائدہ ہوگا کیونکہ عام طور پر شادی کے بعد کھیلنے کا رواج نہیں رہا ہے لیکن اب یہ سوچ تبدیل ہو رہی ہے اور پاکستان کرکٹ بورڈ نے یہ جو پالیسی دی ہے اس سے خاندان کو اچھا اور مثبت پیغام جائے گا کہ لڑکیاں شادی کے بعد بھی کھیل سکتی ہیں۔ پاکستان خواتین کرکٹ ٹیم کی کپتان بسمہ معروف اس بات پر بہت خوش ہیں کہ پاکستان کرکٹ بورڈ نے بچے کی پیدائش پر کھلاڑیوں کو تنخواہ کے ساتھ ساتھ چھٹی دینے کی پالیسی کا اعلان کر دیا ہے۔ بسمہ معروف نے گزشتہ ماہ جب یہ اعلان کیا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہیں اور زندگی کے ایک نئے باب میں داخل ہونے والی ہیں تو اس وقت پاکستان کرکٹ بورڈ کی حاملہ کھلاڑیوں کو چھٹی اور تنخواہ دینے سے متعلق کوئی پالیسی نہیں تھی تاہم بورڈ نے اب ایک ایسی پالیسی تشکیل دی ہے جس کے تحت سینٹرل کنٹریکٹ رکھنے والی خواتین کرکٹرز کو میٹرنٹی لیو یا زچگی کی چھٹی سے پہلے حمل کے دوران دیگر عہدوں پر ٹرانسفر کیا جا سکے گا۔ وہ بارہ ماہ کی میٹرنٹی لیو لے سکیں گی جس دوران انھیں تنخواہ ملے گی۔ انھیں اس بات کی گارنٹی بھی حاصل ہوگی کہ انھیں واپسی پر ایک سال کا کنٹریکٹ دیا جائے گا۔ بسمہ معروف کہتی ہیں کسی بھی کھلاڑی کے لیے اس سے زیادہ خوشی اور اطمینان کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ اسے یہ پتہ ہو کہ اس کا کیریئر محفوظ ہے اور آپ کو مالی طور پر سپورٹ کیا جا رہا ہے تو بہت سی چیزیں آسان ہو جاتی ہیں۔ اب خواتین کرکٹرز کے لیے صورتحال بہت واضح ہوگئی ہے اور انھیں پتہ ہوگا کہ ان کے کیریئر کا مستقبل کیا ہوگا کیونکہ اس سے پہلے خواتین کرکٹرز کو یہ نہیں معلوم تھا کہ شادی کے بعد ان کے کیریئر کا کیا ہوگا۔ پاکستانی خواتین کرکٹ ٹیم کی سابق کپتان ثنا میر کے خیال میں اس پالیسی سے کھلاڑیوں کو اپنی زندگی میں بہتر انداز میں توازن برقرار رکھنے میں مدد ملے گی اور آنے والی کرکٹرز کے لیے بھی راہ ہموار ہوگی۔ اس پالیسی کے تحت خواتین کرکٹرز زچگی کی چھٹی سے پہلے اور بچے کی پیدائش تک حمل کے دنوں میں اپنے لیے میدان میں اترنے کے علاوہ کوئی دوسرا رول اختیار کر سکیں گی۔ اس موقع پر خواتین کرکٹرز کو تنخواہ کے ساتھ ساتھ بارہ ماہ کی چھٹی ملے گی اور یہ کرکٹرز سینٹرل کنٹریکٹ کی میعاد میں ایک سال کی توسیع کی حقدار بھی ہوں گی۔ خواتین کرکٹرز کو زچگی کی چھٹی ختم ہونے کے بعد کرکٹ کی سرگرمیوں میں شامل کیا جائے گا اور پوسٹ چائلڈری ہیب پروگرام کے تحت طبّی معاونت بھی فراہم کی جائے گی۔ اگر کسی خاتون کرکٹر کو کرکٹ کی سرگرمی کے سلسلے میں سفر کرنا پڑتا ہے تو اسے نوزائیدہ بچے کی دیکھ بھال کے لیے اپنے ساتھ کسی فرد کو سفر میں ساتھ رکھنے کی اجازت ہوگی جس کے اخراجات پاکستان کرکٹ بورڈ اور خاتون کرکٹر مساوی طور پر برداشت کریں گے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیف ایگزیکٹیو وسیم خان کا کہنا ہے کہ اس پالیسی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ کھلاڑی زندگی کے اہم مرحلے میں اپنے کیریئر کے بارے میں بے فکر رہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاں تک خواتین کرکٹرز کا تعلق ہے تو اس پالیسی کے بعد ماضی کے مقابلے میں زیادہ خواتین کرکٹرز اس کھیل کی طرف آئیں گی اور انھیں اپنی زندگی میں توازن برقرار رکھنے میں مدد ملے گی۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے ترجمان کا کہنا ہے کہ اہم معاملات پر تمام کرکٹ بورڈز ایک دوسرے سے رابطے میں ہوتے ہیں اور معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ اس پالیسی کو مرتب کرتے وقت پاکستان کرکٹ بورڈ نے کرکٹ آسٹریلیا اور انگلینڈ کرکٹ بورڈ کی اس حوالے سے پالیسیوں کا بغور جائزہ لیا اور پھر ایک ایسی پالیسی ترتیب دی جو پاکستانی معاشرتی ڈھانچے میں قابل قبول ہو۔□□

بورڈ نے اب ایک ایسی پالیسی تشکیل دی ہے جس کے تحت سینٹرل کنٹریکٹ رکھنے والی خواتین کرکٹرز کو میٹرنٹی لیو یا زچگی کی چھٹی سے پہلے حمل کے دوران دیگر عہدوں پر ٹرانسفر کیا جا سکے گا۔ وہ بارہ ماہ کی میٹرنٹی لیو لے سکیں گی جس دوران انھیں تنخواہ ملے گی۔

طب و صحت

انگور کھائیں، جلد کو جھلسنے سے بچائیں

انگوروں میں قدرتی طور پر جلد کو جھلسنے سے بچانے اور جلد کے سرطان کو دور رکھنے والے کیمیکل پائے جاتے ہیں۔

اس بات کا انکشاف ایک سروے کے بعد ہوا ہے جس کی تفصیل جرنل آف امریکن ڈرماٹولوجی میں شائع ہوئی ہے۔ اس ضمن میں انسانوں میں دیکھا گیا ہے کہ اگر انگوروں کی مناسب مقدار کا استعمال جاری رکھا جائے تو دھوپ میں موجود بالائے بنفشی (الٹراوائلٹ) شعاعوں سے جھلسنے کا عمل کم ہو جاتا ہے اور خلوی سطح پر اس کے نقصانات بھی کم ہوسکتے ہیں۔

خیال رہے کہ انگوروں میں قیمتی قدرتی مرکبات پولی فینولز اس کی وجہ ہیں۔ اس ضمن میں یونیورسٹی آف الباما کے ماہر کریگ ایلمٹس نے ۱۴ روز تک ڈھائی کپ انگوروں کا پاؤڈر مختلف رضا کاروں کو کھلایا۔ یہ لوگ دھوپ میں کام کاج کے عادی تھے اور اس دوران ان کے چہرے پر بالائے بنفشی (لٹروائلٹ) شعاعوں کے نقصان کا جائزہ لیا جاتا رہا۔ اسی طرح جلد کی ان شعاعوں کے خلاف مزاحمت کو بھی نوٹ کیا گیا۔ جلد کی طبّی اصطلاح میں یہ عمل جلد کی سرخی کو ظاہر کرتا ہے۔

مطالعہ ختم ہونے کے دو ہفتے بعد تمام شرکاء کی جلد کی بایوپسی کی گئی اور اس پر غور کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جن افراد نے انگوروں کا سفوف استعمال کیا تھا دیگر کے مقابلے میں ڈی این اے کی سطح پر ان میں جھلسن اور ڈی این اے کی ٹوٹ پھوٹ بہت کم دیکھی گئی۔ اسی طرح حیرت انگیز طور پر جلد کے خلیات مردہ ہونے کی شرح کم تھی اور جلن کی وجہ بننے والے بایو مارکر بھی بڑھنے نہ پائے۔

اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ انگور نہایت بنیادی سطح پر جلد کو دھوپ کے نقصان سے بچاتے ہیں اور یہ ایک جادوئی اثر ہے۔

اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ انگوروں کا استعمال جلد کے کینسر کو روکنے میں بھی مددگار ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ جلد پر دھوپ پڑنے سے ہی جو نقصان ہوتا ہے اس سے کینسر کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔□□

دانتوں میں خون بہنا جسم میں وٹامن سی کی کمی کا نتیجہ تو نہیں؟

اگر دانتوں سے خون بہتا ہے تو مسوڑھے میں سوزش کی ابتدائی نشانی ہوسکتی ہے جس کی روک تھام کے لیے بہتر طریقے سے برش اور خلال کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، جو ٹھیک بھی ہے اور تشویش ہونے پر ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے تاہم اس کے ساتھ اپنی غذا میں وٹامن سی کی مقدار کو جانچ لیں تو بہتر ہے۔ یہ عندیہ امریکہ میں ہونے والی ایک طبّی تحقیق میں سامنے آیا۔ واشنگٹن یونیورسٹی کی تحقیق میں بتایا گیا کہ جب آپ کے دانتوں سے خون بہتا ہے تو سب سے پہلے برش کرنے کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے بلکہ یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا کہ جسم میں وٹامن سی کی کمی اس کی ایک ممکنہ وجہ ہوسکتی ہے۔ اس تحقیق کے نتائج طبّی جریدے نیوٹریشن ریویوز میں شائع ہوئے جس میں پانچ ممالک میں ہونے والے پندرہ کلینیکل ٹرائلز کا تجزیہ کیا گیا جن میں دس ہزار کے قریب افراد شامل تھے۔ نتائج سے ثابت ہوا کہ دانتوں سے خون بہنا دورانِ خون میں وٹامن سی کی کمی کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے اور غذا میں اس کا استعمال بڑھانا یہ مسئلہ حل کر سکتا ہے۔ محققین کا کہنا تھا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ وٹامن سی سے مسوڑھے کی سوزش کو مکمل طور پر ریورس کیا جا سکتا ہے تاہم نتائج سے عندیہ ملتا ہے کہ وٹامن سی کا استعمال فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ وٹامن سی کی کمی دانتوں سمیت متعدد اعضا سے جریانِ خون کا باعث بن سکتی ہے جس کا علاج خلال سے ممکن نہیں۔

ترش پھلوں کی شکل میں وٹامن سی کو جسم کا حصہ بنایا جا سکتا ہے یا اگر غذا کے انتخاب میں مشکل ہو تو اس کے سپلی منٹس بھی دستیاب ہیں، جن کا روزانہ سو سے دو سو ملی گرام استعمال کرنا چاہیے۔ محققین کا کہنا تھا کہ منہ کی صفائی اور وٹامن سی وغیرہ سے مسوڑھے کے مسائل کی روک تھام میں مدد مل سکتی ہے اور جزوی طور پر مسوڑھوں کی سوزش کو ریورس بھی کیا جا سکتا ہے تاہم زیادہ مسئلہ ہونے پر ڈاکٹر سے رجوع کرنا بہتر ہے۔

ادبیات

اب جنوں شاید ہمارا آخری منزل میں ہے

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوریؒ

کاروانِ مہر و انجم آج اُس منزل میں ہے
جس سے اِک اِک رہروِ راہِ وفا مشکل میں ہے

جس طرف بھی دیکھئے ہے چہرۂ جور و فا
لیلائے مہر و وفا شاید ابھی محمل میں ہے

کس لیے اصرار اپنی بے گناہی پر کریں
ہم کو سب معلوم ہے جو کچھ دلِ قاتل میں ہے

میری فطرت ہی ہے طوفانوں کی لذت آشنا
مجھ کو عافیت بھلا کب دامنِ ساحل میں ہے

قتل گاہِ دورِ حاضر میں ہے اتنی بھیڑ کیوں
رقص کرنے کی تمنا کیا دلِ بسمل میں ہے

ان کو تم اپنا بنانے کی تمنا چھوڑ دو
فائدہ آخر بھلا کیا سعیٔ لاحاصل میں ہے

جب ترا ہم سے تعلق ہی کوئی باقی نہیں
کس لیے چرچا ہمارا پھر تری محفل میں ہے

تیرے ہی در کی متاعِ بے بہا اس میں نہیں
یوں تو دنیا بھر کی دولت کاسۂ سائل میں ہے

اب تمنا سے بھی اُن کی ہوگئے ہم بے نیاز
اب جنوں شاید ہمارا آخری منزل میں ہے

ہر طرح ہر حال میں باقی رہے گی تا ابد
کشمکش روزِ ازل سے جو حق و باطل میں ہے

جب بھی ہم چاہیں ہلا ڈالیں زمین و آسماں
یہ اثر حافظؔ ہمارے جذبۂ کامل میں ہے

❖●❖

عجب حالتِ دل ہوگئی دیوانوں کی

افضلؔ شیر کوٹی

بلندی ناپ رہے ہیں جو آسمانوں کی
خبر وہ رکھتے نہیں اپنے آشیانوں کی

جو بات کرتے ہیں مفلس کی ناتوانوں کی
وہ پاسداری نہیں کرتے ہیں زبانوں کی

اے بھیم راؤ یہ آئین تو نے کیسا دیا
عوام بھوکے ہیں مستی ہے حکمرانوں کی

سلیقہ کچھ بھی نہیں جن کو چہل قدمی کا
وہ سیر کرنے کو نکلے ہیں گلستانوں کی

جو مطمئن ہوئے پا کے راحتِ دُنیا
انھیں ہو کیسے خبر دوسرے جہانوں کی

ہوئی ہے عشق زدہ کمسنی میں اولادیں
عجیب حالتِ دل ہوگئی دیوانوں کی

بنا رہے ہیں جو کتّوں کو مال کا وارث
تلاش پھر بھی ہے افضلؔ انھیں خزانوں کی

❖●❖

تتلی کے پروں کو کبھی چھلتے نہیں دیکھا

پروین شاکر

بچھڑا ہے جب اِک بار تو ملتے نہیں دیکھا
اس زخم کو ہم نے کبھی سلتے نہیں دیکھا

اِک بار جسے چاٹ گئی دھوپ کی خواہش
پھر شاخ پہ اس پھول کو کھلتے نہیں دیکھا

یک لخت گرا ہے تو جڑیں تک نکل آئیں
جس پیڑ کو آندھی میں بھی ہلتے نہیں دیکھا

کانٹوں میں گھرے پھول کو چوم آئے گی لیکن
تتلی کے پروں کو کبھی چھلتے نہیں دیکھا

کس طرح مری روح کو ہری کر گیا آخر
وہ زہر جسے جسم میں گھلتے نہیں دیکھا

❖●❖

جی چاہتا ہے سینے کے اندر سمیٹ لوں

اجمل اجملی

وقتِ سفر قریب ہے بستر سمیٹ لوں
بکھرا ہوا حیات کا دفتر سمیٹ لوں

پھر جانے ہم ملیں نہ ملیں اِک ذرا رُکو
میں دل کے آئینے میں یہ منظر سمیٹ لوں

غیروں نے جو سلوک کیے ان کا کیا گلہ
پھینکے ہیں دوستوں نے جو پتھر سمیٹ لوں

کل جانے کیسے ہونگے کہاں ہونگے گھر کے لوگ
آنکھوں میں ایک بار بھرا گھر سمیٹ لوں

اجملؔ بھڑک رہی ہے زمانے میں جتنی آگ
جی چاہتا ہے سینے کے اندر سمیٹ لوں

❖●❖

حق فتحیاب میرے خدا کیوں نہیں ہوا

عرفان صدیقی

حق فتحیاب میرے خدا کیوں نہیں ہوا
تو نے کہا تھا تیرا کہا کیوں نہیں ہوا

جب حشر اسی زمین پر اُٹھائے گا تو پھر
برپا یہیں پر روزِ جزا کیوں نہیں ہوا

وہ شعلہ ساز بھی اسی بستی کے لوگ تھے
ان کی گلی میں رقص ہوا کیوں نہیں ہوا

کیا جذب عشق مجھ سے زیادہ تھا غیر میں
اس کا حبیب اس سے جدا کیوں نہیں ہوا

کرتا رہا میں تیرے لیے دوستوں سے جنگ
تو میرے دشمنوں سے خفا کیوں نہیں ہوا

جو کچھ ہوا کیسے ہوا جانتا ہوں میں
جو کچھ نہیں ہوا بتا کیوں نہیں ہوا

سرکاری اسکولوں میں اُردو اساتذہ کی تقرری کی تیاری کیلئے اُردو ادارے مفت کوچنگ فراہم کریں

ملاپ کے جنرل سکریٹری شمس الدین کا اردو کی ترویج و ترقی کے اداروں سے مطالبہ

نئی دہلی، ۳۱ر مئی: ایک لمبی جدو جہد اور کڑی محنت کے بعد آخر کار وہ دن آ ہی گیا جس کے سب منتظر تھے۔ اردو زبان کے اساتذہ کے تقرر کے اعلان سے پوری اردو برادری میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اخباروں و رسائل میں شائع خبریں سوشل میڈیا پر گردش کر رہی ہیں اور ادبی حلقوں میں بھی اس کی گونج صاف سنائی دے رہی ہے۔ حکومت نے تو اپنا کام کر دیا ہے جس کی چوطرفہ ستائش ہورہی ہے اور کام بھی قابل تعریف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ طشتری میں سجی ہوئی رکھیں اردو کی ۹۱۷ سیٹوں کیلئے امیدوار کتنے تیار ہیں چونکہ سرکاری ملازمت حاصل کرنے کیلئے سب سے پہلے قابل ہونا لازمی ہے۔ واضح رہے کہ سال ۲۰۱۹ء میں خواتین اردو ٹی جی ٹی کا رزلٹ کافی مایوس کن رہا، ڈی ایس ایس ایس بی ٹی جی ٹی اردو کی ۱۳۵ سیٹوں میں سے صرف ایک امیدوار کا انتخاب ہوا تھا جو اردو برادری کے منہ پر زور دار طمانچہ تھا اگر یہی غلطی دوبارہ دوہرائی گئی تو یہ اردو حلقہ کیلئے شرم کی بات ہوگی۔ اس تعلق سے اردو کے خالی پڑے عہدوں کو پر کرنے کی جدو جہد کرنے والے ملاپ کے جنرل سکریٹری شمس الدین نے کہا کہ اردو سمیت مختلف ہندوستانی زبانوں کے تعلق سے سبھی تنظیموں کی طرف سے کی جانے والی کڑی محنت کا پھل آج پوری قوم کو مل رہا ہے اب قوم کا اہم فریضہ بنتا ہے کہ وہ ان خالی عہدوں کو پر کرنے میں کمر بستہ ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ تقرری کا اعلان ہمارے لئے صرف آدھی خوشی ہے مکمل خوشی ہمیں تب ہوگی جب محنت و لگن سے امیدوار تیاریوں میں جڑ جائیں گے اور کثیر تعداد میں کامیابی حاصل کریں گے۔ شمس الدین نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ اردو زبان کی ترویج و ترقی کرنے والے معروف ادارے مثلاً دہلی اردو اکادمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، غالب انسٹی ٹیوٹ، اردو گھر، غالب اکیڈمی، سینٹر فار کوچنگ اینڈ کیریئر پلاننگ (جامعہ ملیہ اسلامیہ) جمعیۃ علماء ہند، جماعت اسلامی، اور ایڈیڈ اسکولوں کی تنظیمیں ان پوسٹوں کی تیاری کر رہے امیدواروں کو مفت کوچنگ دینے کا بندوبست کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ بے روزگار اور ضرورت مند امیدواران پوسٹوں کیلئے منتخب ہو سکیں چونکہ اس سے قبل خواتین کے زمرے میں صرف ایک اسامی بھری جاسکی تھی۔ واضح رہے کہ دہلی سب آرڈینیٹ سروسز سلیکشن بورڈ کے ذریعہ ۲۷ر مئی کو اخبارات میں شائع اشتہار کے ذریعہ تقریباً چھ ہزار ٹرینڈ گریجویٹ اساتذہ کی پوسٹ نکالی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ خواہش مند امیدوار ۴ر جون ۲۰۲۱ء سے آن لائن درخواست فارم بھر سکیں گے اور فارم بھرنے کی آخری تاریخ ۳ر جولائی رکھی گئی ہے جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ۹۱۷ اردو کی پوسٹوں میں سے ۳۴۶ پوسٹیں مرد زمرے کے لیے رکھی گئی ہیں اور ۵۷۱ پوسٹیں خواتین اساتذہ کے لیے مخصوص ہیں۔ پنجابی زبان کی ۸۷۴ پوسٹوں میں سے ۳۸۲ مرد اور ۴۹۲ خواتین کے لیے، سنسکرت کی ۲۰۲۵ پوسٹوں میں سے ۸۶۶ مرد اور ۱۱۵۹ خواتین کے لیے اور انگریزی کی ۱۹۹۰ پوسٹوں میں سے ۱۰۲۹ مرد اور ۹۶۱ خواتین کے لیے جبکہ ایک پوسٹ بنگالی زبان کے لیے مخصوص ہے۔

بقیہ — منظر پس منظر

مردم شماری کے اعداد و شمار اس تلخ حقیقت کا اظہار ہیں کہ ملک میں ماں باپ منصوبہ بند طریقہ سے لڑکی کی پیدائش روک رہے ہیں حالانکہ شکم مادر میں جنس کی جانچ قانون کے تحت ممنوع ہے اور خلاف ورزی کرنے والے ڈاکٹرس اور دواخانوں کے لیے سخت جرمانے مقرر ہیں، اس کے باوجود دھڑلے سے سارے ملک میں بیٹی کی پیدائش روکنے کے لئے اسقاط حمل کی لعنت پھیلی ہوئی ہے۔ پہلے ہی لڑکوں کے مقابلے لڑکیوں کی تعداد گھٹ رہی ہے، اگر جنس معلوم کرکے اسقاط حمل کا سلسلہ یونہی جاری رہا تو عنقریب سنگین سماجی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، جن گھروں میں لڑکیوں کی پیدائش ہورہی ہے وہاں ان کی تعلیم، تربیت اور نگہداشت پر بہت کم توجہ دی جارہی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کے حوالہ سے مرکزی وزارت انسانی وسائل اور یونیسیف کی تازہ سروے رپورٹ کے مطابق اگرچہ لڑکیوں کی تعلیم کے اعتبار سے دہلی، کیرالا اور ٹاملناڈو سر فہرست ہیں لیکن گجرات، راجستھان، مدھیہ پردیش، یوپی، بہار، جھارکھنڈ، میگھالیہ اور ناگالینڈ میں بہت برا حال ہے۔ ضلع کی سطح پر جو رپورٹیں لڑکیوں کی تعلیم، صحت اور سماجی محرومیوں سے متعلق سامنے آئی ہیں، ان کی روشنی میں ملک کے پسماندہ علاقے ان مسائل کے حل کے لئے حکومت کی توجہ کے طلب گار ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر ملک کو مکمل خواندہ بنانے کا خواب ہرگز شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ یہ شرمناک بات ہے کہ سارے ملک میں صرف کیرالا، تاملناڈو، ہماچل پردیش، دہلی اور تریپورہ میں ہی لڑکیوں کو بہتر تعلیم کی سہولتیں مہیا ہیں اور لڑکیوں کی بڑی تعداد ان سے استفادہ بھی کر رہی ہے۔ شمالی ریاستوں بشمول راجستھان، مدھیہ پردیش اور بہار میں لڑکیوں کی تعلیم پر بہت کم توجہ ہے۔ بہرحال تاملناڈو جیسی ریاست میں بھی جہاں مجموعی طور پر لڑکیوں کی تعلیم پر خاص توجہ دی گئی ہے اور درکار سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ رامنتا پورم، کرشنا گیری اور دھرم پوری اضلاع میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے انتظامات بالکل ناقص ہیں۔ مرکز اور ریاستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف لڑکیوں کی پیدائش کو یقینی بنانے پر خاص توجہ دیں بلکہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا خاص لحاظ رکھیں، لڑکیوں کی شادی بیاہ پر شاہ خرچیوں کو روکنے سے بھی لڑکیوں کی پیدائش روکنے کی لعنت ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ ☐☐

بقیہ — مذہب نہیں سکھاتا....

کے لئے عمارت کی مانند ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے۔

ایسی ہی ایک روایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، آپس میں محبت کرنے اور ہمدردی و رحم دلی کرنے میں ایمان والوں کی مثال جسم واحد کی طرح ہے کہ جب اس کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بخار و بے خوابی میں اس کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم درد محسوس کرتا اور سر میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

اگر ہم اہل ایمان ہیں، محمد عربی کی امت میں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ صلعم سے محبت والفت کا راگ الاپتے ہیں تو اس کا تقاضہ ہے کہ ہم زیور تعلیم سے آراستہ ہوکر اسلام کی صحیح و سچی تعلیمات سے آگہی حاصل کریں، اور اپنی زندگی اپنے مقتدی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے اقوال کے مطابق گذارنے کی کوشش کریں اور بطور خاص اس مبارک ماہ میں صلہ رحمی کریں، آپس میں جذبہ الفت و محبت کو پروان چڑھائیں، رحم دلی اور ہمدردی کو اپنا شعار بنائیں، اور اگر ہمارے دل میں کسی سے کینہ و کپٹ ہے تو اللہ کے واسطے اپنا دل صاف کرلیں، کسی سے دنیاوی و مادی اغراض کی بنیاد پر اگر بغض و عناد ہے تو اسے دور کرتے ہوئے صلح و مصالحت کی طرف آگے بڑھیں، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور عام لوگوں سے اگر کسی وجہ سے ترک تعلق ہے تو اسے پس پشت ڈال کر بھائی چارگی اختیار کریں تاکہ اس دنیا سے ہم اس طرح رخصت ہوں کہ ہمارا دل سبھوں سے صاف ہو اور ہمارے اوپر کسی کا حق باقی نہ رہے اور ہمیں اللہ کے نیک بندوں میں شامل کرلیا جائے اور ہماری مغفرت کردی جائے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم صحابہ کرام کو درس دے رہے تھے اور اچانک اپنا درس روک کر فرمایا کہ دیکھو ابھی ایک شخص آئے گا جو جنتی ہوگا، تین دن تک رسول اللہ صلعم صحابہ کو یہی کہتے رہے اور ایک ہی شخص آتا رہا، جسے لوگ عام آدمی سمجھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے عمل کو دیکھنے کیلئے ان کے گھر مقیم ہوگئے اور تین دن تک دیکھتے رہے کہ ان کے پاس رات کی کوئی خاص عبادت تو نہیں ہے، پھر بعد میں جب پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ میرے پاس کوئی خاص عمل نہیں البتہ میرا دل ہر ایک سے بالکل پاک وصاف ہے۔ کسی کے بارے میں ان کے دل کے اندر کدورت وغیرہ نہیں ہے۔ ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ ہم جس دین و مذہب کے ماننے والے ہیں وہ ہم سے متقاضی ہے کہ آخرت کی کامیابی کیلئے ہم آپس میں بیر نہ رکھیں اور اپنے اندرون خانہ سے بیرون اور پورے معاشرہ تک اپنے تعلقات اچھے رکھیں۔ ☐☐

بقیہ — گاہے گاہے باز خواں...

میں جام شہادت نوش کیا تو پھر راجدھانی دہلی کی طرف اس کا سفر آسان ہوگیا۔

۴ر مئی ۱۷۹۹ء کا یہ دن ہندستان کی تاریخ کا ایک سیاہ ترین دن تھا۔ اسی دن سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد ان کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر انگریز جنرل لارڈ ہارسن نے اعلان کیا تھا کہ ''آج ہندستان ہمارا ہے'' سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد بہت جلد انگریز دہلی تک پہنچ گئے اور جب انھوں نے اعلان کردیا کہ ''زمین خدا کی، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا'' تو علماء ہند کے سرخیل اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ایک فتویٰ جاری کر کے اعلان کردیا کہ ''انگریزوں کے قبضہ کے بعد ہندستان دارالحرب ہوگیا ہے اور اب ملک کو آزاد کرانے کے لیے جہاد ضروری ہوگیا ہے۔ محدث دہلویؒ نے یہ فتویٰ ۱۸۰۳ء میں جاری کیا تھا اور یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ ہندستان کے مسلمانوں نے اپنے رہنماؤں اور علمائے کرام کی سربراہی میں اسی وقت انگریزی سامراج کے خلاف علم جہاد بلند کردیا تھا اور یہ جہادِ آزادی اُس وقت تک مسلسل جاری رہا جب تک انگریزی سامراج سے ملک کو آزاد نہیں کرالیا گیا۔ علمائے کرام کی تحریک آزادی کی تاریخ کے اوراق ملک کی سرزمین کے چپہ چپہ پر بکھرے ہوئے ہیں۔ سیّد احمد شہید اور ان کے رفیق خاص شاہ اسماعیل شہید کی بالاکوٹ میں شہادت ہو یا ۱۸۵۷ء کے معرکہائے شاملی' تھانہ بھون و انبالہ ہوں، ریشمی رومال تحریک ہو یا ہندستان چھوڑو تحریک، مالٹا کی اسارت ہو یا ہندستان کی جیلوں میں قیدو بند کی صعوبتیں ہر جگہ علمائے حق کی جدو جہد آزادی کے تابندہ نقوش صاف طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کی ناکامی کے بعد اجتماعی تحریک بظاہر ختم ہوگئی تھی اس لیے کہ تحریک کے بانیوں نے باہمی مشاورت کے ذریعہ تحریک کا رُخ موڑ کر اسے تعلیمی تحریک کی شکل دے دی تھی۔ یہ ہی تعلیمی تحریک تھی جس کے نتیجہ میں پہلے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور اس کے بعد مدرسہ شاہی مرادآباد اور مظاہر علوم سہارنپور کی بنیاد ڈالی گئی جن کا مقصدِ قیام صرف دینی تعلیم کی اشاعت ہی نہیں تھا بلکہ ان اداروں میں ایسے جانباز سپاہی بھی تیار کرنا تھا جو ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزادی دلانے کے لیے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا سکیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ انھیں اداروں کے فضلاء اور تربیت یافتہ مجاہدین آزادی تھے جنھوں نے اپنی جانفروشانہ جدو جہد کے ذریعہ انگریزی سامراج کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ اپنا بوریہ بستر لپیٹ کر اپنے ملک واپس چلا جائے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مجاہد ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ، سیّد الملّت حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ اور دوسرے علمائے کرام نے ملک کی تحریک آزادی میں جو نمایاں اور رہنمایانہ خدمات انجام دی ہیں ان کے تعارف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تمام حضرات اسی تحریک کی پیداوار تھے جس کا بیج ۱۸۰۳ء میں خاندانِ ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے فتوے کے ذریعہ بویا تھا جو خدا کے فضل و کرم اور علمائے امت کے خلوص کے طفیل بارآور ہوا اور یہ اسی جدو جہد کا صدقہ ہے کہ ہم آج آزادی کی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔

بقیہ — وراثت میں لڑکی کا حصہ

ذہن پہلے سے یہ بنا ہوا ہے کہ ہماری دولت بیٹی کے واسطے سے دوسرے خاندان میں نہیں جائے، اس تصور کو ختم کرنے کی ضرورت ہے اس لیے اسلام نے یہ شرط نہیں رکھی کہ دوسرے فریق راضی ہوجائیں تب جاکر ترکہ تقسیم ہوگا، ہر آدمی جس دن اس کے مورث کا انتقال ہوا ہے اسی دن سے ہر وارث اپنے اپنے حصہ کا مالک ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کے قانونِ میراث کو سماج میں نافذ کیا جائے۔

مصر کے امام سابق شیخ الازہر محمود شلتوت انتہائی قلق و اضطراب کی حالت میں اپنی الفتاویٰ ص ۳۴۰ میں رقم طراز ہیں کہ آپ ہمیں بتائیں کہ وہ خستہ و شکستہ لڑکی جو نان و نفقہ شبینہ تک کی محتاج ہو اور اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے یا وفات پاگیا ہے اور اس کے باپ نے بھی میراث سے محروم کردیا ہے، ایسی بے یار و مددگار لڑکی کہاں جائے اور کس کی پناہ میں رہے، اگر کہا جائے کہ اولاد کی پناہ میں رہے تو وہ ابھی زندگی کا بوجھ اُٹھانے کے لائق نہیں ہوئی ہے۔

لڑکیوں کی وراثت سے غفلت پر قرآنی وعید

لڑکیوں کی وراثت سے غفلت برتنے والے اور اس کو معمولی چیز سمجھنے والے حضرات اس آگاہی کو غور سے پڑھیں جو میراث کا بیان مکمل کرنے کے بعد قرآن نے دی ہے:

''یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کردیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کردیں گے، اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔'' (النساء: ۱۳-۱۴)

لڑکیوں کی وراثت سے چشم پوشی کے مہلک نتائج

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی سابق استاذ تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ رقم طراز ہیں کہ جہیز اور تلک مسلمانوں میں نئی عادت ہے جو غالباً برادرانِ وطن کی دین ہے، غالباً اس کی بنیادی وجہ بھی وہی ہے جو ان کے یہاں ہے یعنی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہ دینا جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں رواج پا گیا ہے حالانکہ شرعی ورثاء کی طرح لڑکیوں کو بھی ان کے شرعی حصے کے مطابق وراثت دینا ضروری ہے کیونکہ قرآن میں اس کو فریضہ قرار دیا گیا ہے مگر افسوس کہ اس فریضہ کا ترک عام طور پر ہو رہا ہے جس کی ایک نقد سزا مسلمانوں کو بعید نہیں کہ جہیز اور تلک کے عذاب کی شکل میں مل رہی ہے۔ (جہیز یا نقد کا مطالبہ)

لہٰذا اگر داماد اور اس کے اہل خانہ کو اطمینان دلا دیا جائے کہ وراثت کے پورے مال میں لڑکی کا حصہ لگایا گیا ہے تو انشاء اللہ جہیز کا مطالبہ چھوڑ کر اس حق وراثت پر راضی ہوجائے گا: ''جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مضرتوں سے نجات کی شکل نکال دیتا ہے۔'' (الطلاق: ۶)

لڑکیوں کے بارے میں یہ بڑا افسوسناک المیہ ہے کہ کہیں تقسیم وراثت کا مسئلہ زیر غور آتا ہی نہیں، لوگوں کو خیال بھی نہیں آتا کہ لڑکی بھی وراثت میں شریک ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے حصے مقرر و متعین فرما دیئے ہیں۔

یہ عصر حاضر کا بڑا نازک اور اہم ترین مسئلہ ہے جس کی وجہ سے جہیز اور لین دین کے فتنے پیدا ہورہے ہیں، تباہیوں کے بادل منڈلا رہے ہیں، بربادیوں کی بجلیاں کوندرہی ہیں اور اچھے خاصے بسے بسائے گھر ویران و برباد ہورہے ہیں اس لیے مسلمانوں خصوصاً علماء کو اس عظیم ورثہ کو بچانے کی فکر کرنی چاہیے اور رسم و رواج، تلک، جہیز اور لین دین سے اجتناب کر کے ترکہ اور وراثت کو فروغ دینا چاہیے۔ ☐☐

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

اکابر علماء کی رحلت پر جمعیۃ علماء دہلی کی تعزیتی میٹنگ

نئی دہلی، ۳۰؍مئی ۲۰۲۱ء: مرکزی دفتر جمعیۃ علماء ہند آئی ٹی او میں جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کی عاملہ کی میٹنگ کا انعقاد ہوا، جس کی صدارت مولانا عبدالحنان قاسمی نائب صدر جمعیۃ علماء دہلی نے کی، میٹنگ کا آغاز قاری محمد ساجد فیضی سکریٹری جمعیۃ علماء دہلی کی تلاوت قرآن پاک اور مفتی عیاض مظاہری کی نعت پاک سے ہوا، میٹنگ کی نظامت کرتے ہوئے ہوئے مفتی عبدالرازق مظاہری ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء دہلی نے کہا کہ اس وبا کے دور میں ہمارے کئی اہم اکابر علماء کرام رحلت فرما گئے ہیں، جن سے پیدا ہونے والے خلا کا پر ہونا مشکل ہے، ان اہم علماء کرام میں مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی محدث دارالعلوم دیوبند ورکن عاملہ جمعیۃ علماء ہند، مفتی عبدالرزاق خان صاحب نائب صدر جمعیۃ علماء ہند وامیر شریعت مدھیہ پردیش، مولانا قاری معین الدین قاسمی صدر جمعیۃ علماء بہار، جناب حسن احمد قادری ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء بہار، مولانا نور عالم خلیل امینی استاذ ادب عربی دالعلوم دیوبند، امیر الہند مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری معاون مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند، مولانا سید محمد ولی رحمانی جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لاء بورڈ، مولانا حمزہ حسنی ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنو، مولانا قاری رضوان نسیم نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم، مفتی اعجاز ارشد قاسمی، مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی وغیرہ اہم شخصیات اس قلیل سی مدت میں ہم کو اپنے فیوض وبرکات سے محروم کر کے چلے گئے، جو کہ یقیناً امت کے لئے بہت بڑا خسارہ ہے، اللہ تعالیٰ امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور مابعد والوں کو صبر جمیل عطاء فرمائے، جمعیۃ علماء صوبہ دہلی ان کے غم میں برابر کی شریک ہیں اور ان کے لواحقین کی خدمت میں تعزیت پیش کرتی ہے، ہم ارکان عاملہ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی اللہ رب العزت سے دعا گو ہیں کہ اللہ عزوجل ان کی مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

مولانا محمد فرقان خازن جمعیۃ علماء دہلی نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ ہم کو اپنے ان اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قوم وملت اور دین کی خدمت کرنی چاہئے یہی ہماری جانب سے ان کے لئے سچا خراج عقیدت ہوگا، صدر مجلس مولانا عبدالحنان قاسمی نے کہا کہ اگرچہ ان اکابرین کے چلے جانے سے پیدا ہونے والے خلا کا پر ہونا مشکل ہے لیکن اب ہماری ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ جس طرح ان حضرات نے دینی، ملی وملکی خدمات انجام دی ہیں ہم اس مشن اور تحریک کو مضبوطی کے ساتھ آگے بڑھائیں، اجلاس کے آخر میں صدر مجلس نے ان تمام مرحومین کے لئے ایصال ثواب اور دعا مغفرت کرائی، مجلس کے اہم شرکاء میں مفتی اسرارالحق مظاہری، مولانا انتظار حسین مظاہری قصاب پورہ، مولانا ممتاز احمد قاسمی مادی پوری، مولانا جمیل احمد قاسمی دواریکا، مولانا یحییٰ ارسلانی ساگر پور، چودھری محمد اسلام لکشمی نگر، مفتی شمیم احمد قاسمی قصاب پورہ، مولانا قاری عبدالرزاق خانپور، الحاج سلیم رحمانی ویلکم، مولانا محمد طیب پہاڑ گنج، مولانا محمد راشد حوض رانی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

صدر جمعیۃ علماء ہند امیر الہند حضرت مولانا قاری سیّد محمد عثمان منصور پوریؒ کی رحلت پر جامعہ مدنیہ سبل پور میں تعزیتی نشست کا انعقاد

پٹنہ، ۲۸؍مئی: امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ کارگزار مہتمم دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علماء ہند کو جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ سے خصوصی لگاؤ تھا، اس کے قیام سے آخری وقت تک جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ کے لئے ایک سرپرست کی حیثیت تھے، ان کی رحلت سے جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ کا بھی خسارہ ہوا ہے۔ ان خیالات کا اظہار آج حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری کی رحلت پر جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ میں منعقد تعزیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے جامعہ مدنیہ کے مہتمم جناب مولانا محمد حارث بن مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے کیا، واضح رہے کہ جامعہ مدنیہ سے اور اس کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے، حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ کے بڑے گہرے مراسم تھے، اسی لئے جامعہ مدنیہ کے سنگ بنیاد سے لیکر کوئی چھوٹا یا بڑا پروگرام ہو ان کے بغیر انجام نہیں دیا جاتا تھا، اسی طرح جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کے تمام امتحانات، سالانہ، ششماہی کی نگرانی اور سرپرستی حضرت قاری صاحب ہی فرمایا کرتے تھے، ان کے انتقال سے جہاں جمعیۃ علماء ہند، ام المدارس دارالعلوم دیوبند کا خسارہ ہوا، جامعہ مدنیہ کے لئے بھی باعثِ خسارہ ہے، یہاں کے اساتذہ، طلبہ اپنے ایک بہترین، استاذ، مربی اور سرپرست سے محروم ہو گئے، آج ان کے انتقال پر ملال پر جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ میں ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس میں مہتمم جامعہ جناب مولانا محمد حارث، مفتی عبدالاحد، مفتی خالد انور پورنوی، مفتی محمد اکرم، مفتی سیف الدین، قاری ایاز احمد، مولانا عبدالغنی، حافظ نجم الہدیٰ، مولانا سہیل اختر مظفر پوری، قاری محمد صالح، مولانا امیر الہدی، قاری دستگیر عالم، مولانا عمر فاروق، ودیگر اساتذہ شریک ہوئے، مفتی خالد انور پورنوی نے کہا: حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ کئی سفر میں ساتھ رہنا ہوا، ہم نے دیکھا کہ یقیناً وہ اللہ کے ولی ہیں، سنتوں کے ساتھ، مستحبات کے بھی وہ پابند تھے، وہ مسلسل سفر کرتے تھے، لیکن تھکتے نہیں تھے، تحفظ ختم نبوت کے لئے انہوں نے بہت بڑا کام کیا، ایک بار ہماری چھوٹی سی دعوت پر شہر یا پورنیہ بھی تشریف لائے، اور انہی کی سرپرستی وقیادت میں ردقانیت کانفرنس کا انعقاد کیا، اور اس کے بڑے مفید اثرات محسوس کئے گئے، جامعہ مدنیہ کے ناظم تعلیمات مفتی عبدالاحد صاحب نے رنج وغم اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی نگاہ ایک ایک چیز پر ہوتی تھی، وہ جامعہ مدنیہ امتحان لینے آتے تو خود بھی امتحان لیتے اور دوسرے ممتحن کے تاثرات کو بھی دیکھتے، اور اسی کے اعتبار سے اساتذہ کی رہنمائی بھی کرتے، وہ یقیناً سیدھے، سادھے، اور نیک انسان تھے، لیکن اپنے اصول کے بڑے پابند تھے، قاری ایاز احمد، مولانا سہیل اختر مظفر پوری، قاری ابوصالح ودیگر اساتذہ نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا، جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کے معاون مہتمم وصدر المدرسین جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب نے کہا کہ استاذ الاساتذہ امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ کی وفات ملت اسلامیہ کے لیے انتہائی غمناک واقعہ ہے، حضرت قاری صاحب کی شخصیت علم وعمل، فضل ونجابت، بصیرت ودور اندیشی، سنجیدگی ومتانت اور شفقت ومحبت کی پیکر جمیل تھی، وہ احقاق حق اور ابطال باطل میں ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے، جس کی خاطر صعوبت بھرے اسفار میں بھی کوئی تکان محسوس نہیں کرتے، جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ سے آپ کا گہرا ربط تھا، بانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی دعوت پر آپ بارہا جامعہ تشریف لاتے، جامعہ کے امتحانات کی تاریخ آپ ہی کے مشورے سے طے ہوتی، اور طلبہ جامعہ کا ششماہی وسالانہ امتحان بھی خود لیتے، کوتاہیوں کی نشاندہی فرماتے، اور اپنے مشفقانہ ہدایات سے نوازتے، حضرت قاری صاحب کی رحلت سے جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ اپنے ایک مشفق، مربی اور سرپرست سے محروم ہو گیا، انہوں نے کہا کہ بلاشبہ حضرت قاری صاحب کا انتقال جامعہ مدنیہ کے لئے عظیم خسارہ ہے، تعزیتی نشست میں جناب مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی بھی یاد کئے گئے، مفتی خالد انور پورنوری نے کہا کہ ان سے دوبار ہماری ملاقات ہوئی، وہ کام کے آدمی تھے، فکر قاسم نانوتویؒ کے امین اور اس خاندان کے بڑے قدردانوں میں سے تھے، چھوٹوں پر بہت شفیق اور بزرگوں کو بہت عزت دیتے تھے، جامعہ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول کے بانی ومہتمم بھی تھے، بڑی خوبصورتی اور محنت وجانفشانی سے انہوں نے اس ادارہ کو سینچا، سجایا اور پروان چڑھایا، وہ جامعہ مدنیہ کے بھی بڑے قدرداں تھے، کئی بار انہوں نے جامعہ کی لائبریری کے لئے ڈھیر ساری کتابیں بھجوائیں، انہوں نے کئی اداروں کا خواب دیکھا تھا، مگر زندگی نے وفا نہ کی، اللہ سے دعاء کیجئے کہ اللہ ان کے ادھورے کاموں کی تکمیل کا راستہ آسان کردے، مفتی عبدالاحد صاحب کی رقت آمیز دعاء پر مجلس اختتام کو پہنچی۔

مولانا محمود مدنی کو جمعیۃ علماء ہند کا صدر اور مولانا حکیم الدین قاسمی کو ناظم عمومی بنائے جانے پر خوشی کا اظہار

نئی دہلی: جمعیۃ علماء ضلع نئی دہلی کے صدر اور مدرسہ تعلیم القرآن تکیہ کالے خاں نئی دہلی کے مہتمم مولانا قاسم نوری نے جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے ذریعہ مولانا محمود مدنی کو صدر اور مولانا حکیم الدین قاسمی کو ناظم عمومی مقرر کرنے پر انتہائی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مولانا مدنی نے پوری زندگی جمعیۃ علماء کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ ان کا خاندان ہی جمعیۃ ہے، انھوں نے ایک بار تربیتی اجتماع میں کہا تھا کہ میرا خاندان اور میرا رشتہ دار وہی ہے جو جمعیۃ علماء کے لیے کام کرتا ہے۔ مولانا قاسم نوری نے مولانا حکیم الدین قاسمی کی قربانیوں کی بھی ستائش کی۔ مولانا نوری کے علاوہ جمعیۃ علماء ضلع نئی دہلی کے ناظم اسعد میاں، سبھی نائب صدور، خازن محمد مبشر و اراکین منتظمہ نے اس فیصلے کا استقبال کیا ہے۔

دوسری جانب مبارک باد پیش کرتے ہوئے جامعہ عربیہ بیت العلوم جعفر آباد کے ناظم تعلیمات قاری محمد جمشید عالم دوری سیتامڑھی نے کہا کہ مجلس نے جو فیصلہ لیا یقیناً وہ دوراندیشی پر مبنی ہے۔ مولانا مدنی کو صدر بنائے جانے سے جمعیۃ علماء ہند مزید سرگرم ہوگی۔ مولانا محمود مدنی کا بحیثیت صدر انتخاب ملک وملت کے لیے نیک فال ثابت ہوگا۔ ان کی رہنمائی میں اتحاد واتفاق اور اخوت ومساوات کی فضا بھی سازگار ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمود مدنی کی عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے، آمین۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

حکومت لاپتہ، ناکام یا وبال جان؟

مکرمی! عام حالات میں بھی عام لوگوں کے لیے ہمارے ملک میں علاج معالجے کی سہولتیں نہیں ہوتی تھیں۔ سرکاری اسپتالوں کی مریضوں جیسی حالت ہوتی تھی مجبور، مزدور اور غریب یہ سرکاری اسپتالوں کا رخ کرتے تھے۔ نام نہاد فلاحی اور عوامی حکومتوں کی مجرمانہ غفلت اور لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔ صحت اور تعلیم کے شعبے کو جس قدر اہمیت دینا چاہیے تھا حکومتوں نے وہ نہیں کیا اگر ملک میں حقیقت میں عوامی حکومتیں ہوتیں تو ملک بھر میں اسپتالوں علاج ومعالجے کے مراکز اور تعلیم گاہوں کا جال بچھا ہوتا۔ جب عام حالت میں ملک کا یہ حال تھا تو اس وقت قیامت خیز حالات میں کیا حالت ہوگی؟ کیا ہوسکتی ہے؟ ہم سب اپنی کھلی آنکھوں سے یا آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جہاں تک مودی حکومت کا معاملہ ہے یہ تو دنیا نے دیکھ لیا۔ یہ نعروں اور جملہ بازوں کی حکومت ہے اس کے وعدے معشوق کے وعدوں کی طرح ہیں۔ اس نے ملک میں ایک کام تو یہ کیا کہ ہندو اور مسلمانوں کو الیکشن جیتنے کے لئے کشمکش، فساد اور خانہ جنگی جیسی صورتحال پیدا کردی۔ غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر کردیا، ملک میں بڑے بڑے مجسّمے بنائے اور پانی کی طرح سرکاری پیسوں کو بہایا، کرونا کال آیا تو عادت سے مجبور حکومت نعروں اور جملوں سے کام لینا شروع کیا دیو مالائی تصوروں سے مقابلہ کرنا چاہا جب کورونا کی پہلی لہر آئی تو گاجا باجا سے اور آمرانہ رویہ کا مظاہرہ کیا جس سے مہاجر مزدوروں کی سڑکوں پر، ریل کی پٹریوں، گھروں اور بازاروں میں بے حساب اموات ہوئیں۔ لاکھوں لوگ بے روزگار ہوگئے۔ گودی میڈیا نے مودی کی بے احتیاطی اور مجرمانہ حرکتوں کو اجاگر کرنے کے بجائے گن گانا شروع کیا کہ مودی نے کورونا کال سے ملک کو بچا لیا۔ مودی نے بھی اپنی نام نہاد جیت کا جشن منانا شروع کیا۔ کرونا کال شروع ہوتے ہی ماہرین اور تجربہ کار لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ اگر دوسری لہر ملک میں آئی تو اسپتالوں، دواؤں، وینٹی لیٹر وغیرہ کا زبردست بحران شروع ہو جائے گا۔ مودی ان کی ٹیم الیکشن لڑنے اور حکومتوں کو گرانے میں مصروف رہی۔ سب کی باتوں کو ان سنی ہی نہیں کیا بلکہ کاٹ میں کہنا شروع کیا کہ مودی نے کورونا وائرس سے نمٹنے کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیا جو کسی ملک کے سربراہ نے نہیں کیا۔ مودی اپنے دوست ڈونالڈ ٹرمپ کا احمد آباد میں استقبالیہ دیئے جشن منایا ٹرمپ نے اپنے ملک امریکہ کے لوگوں کو بیوقوف بنانا چاہا مگر وہاں کی آزاد میڈیا نے ٹرمپ کو بے نقاب کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ وہاں کا عدالتی نظام اور انتظامیہ ٹرمپ کی بیہودہ حرکتوں کو اجاگر کیا۔ عدل وانصاف کا بھرپور مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے ٹرمپ کی ایک نہ چلی وہ بری طرح شکست سے دوچار ہوئے۔ مگر ہندوستان میں میڈیا کا نوے فیصد حصہ بچانے میں لگا رہا عدالتی نظام ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر رہا۔ حکومت نوازی میں لگا رہا انتظامیہ کے افراد سجدہ ریز ہو گئے نتیجہ آج سب کے سامنے ہے۔ ملک غیر معمولی بحران سے دوچار ہے آج مشہور انگریزی روزنامہ اپنے صفحہ اول پر ۳؍اپریل ۱۹۸۴ء کا ذکر کیا ہے۔ خلا باز راکیش شرما سے اندرا گاندھی نے دریافت کیا کہ خلا سے ہندوستان کیسا نظر آرہا ہے راکیش شرما نے جواب دیا 'سارے جہاں سے اچھا' پھر اخبار مذکور نے پندرہ اپریل ۲۰۲۱ء کی تاریخ لکھا ہے: ''مسٹر مودی آج آپ کو اپنی لٹھ سے ہندوستان کیسے نظر آرہا ہے؟''

شاید آپ روکشترا کا نوحہ دہرائیں گے: میں ہر طرح لاوارث لاشوں کو دیکھ رہا ہوں ہر سو انسانوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی ہیں۔ راکیش شرما نے خلا سے اندرا گاندھی کو جواب دیا تھا ہندوستان سارے جہاں سے اچھا دکھائی دے رہا ہے مودی جی سے پوچھا جائے کہ آپ کو اپنے کوہ غرور سے بھارت کیسا دکھائی دے رہا ہے تو وہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ ہر طرف لاوارث لاشوں کا انبوہ ہی انبوہ ہے، ڈھیر ہی ڈھیر ہے۔ کتنا تکلیف دہ ہو چکا ہے ہمارا پیارا ہندوستان جہاں انسانوں کے بجائے لاشوں کی ڈھیر نظر آرہی ہے لوگ روتے بلکتے نظر آرہے ہیں۔ اب مودی کے دیش بھکتوں میں سے کچھ لوگ بیدار ہوئے ہیں اپنے صاحب کی ناکامیوں کو بتانے پر مجبور ہیں انگریزی رسالہ انڈیا ٹوڈے بھی مودی حکومت کو اپنے صفحہ اول پر لکھ رہا ہے ناکام اور ناکارہ حکومت۔ کون مجرم ہے کیا ہونا چاہیے؟ یہ رسالہ گودی میڈیا میں شامل تھا انگریزی روزنامہ آؤٹ لک اگرچہ مودی میڈیا میں شامل نہیں تھا مگر سخت تنقید سے دامن بچاتا تھا۔ اب حکومت ہند کی سات سالہ حکومت کو اپنے تازہ شمارے کے صفحے اول پر لکھا ہے کہ لاپتہ حکومت نام 'حکومت ہند' عمر سات سال، اطلاع چاہنے والے: ہندوستان کے شہری۔

میرے خیال سے حکومت موجود ہے لاپتہ نہیں ہے بلکہ ہم سب کے لئے وبال جان ہے۔ سماج وادی لیڈر اکھلیش یادو نے مودی، یوگی حکومت کو بوجھ سے تعبیر کیا ہے۔ کانگریس نے انسان دشمن حکومت کہا ہے کہ جو لوگ لوگوں کی مدد کر رہے ہیں انہیں ڈرایا دھمکایا جارہا ہے۔ ان کا حوصلہ پست کرنے کیلئے کرائم برانچ کی پولیس بھیجی جارہی ہے تاکہ وہ اپنے کام بند کردیں یعنی نہ ضرورت مندوں کی مدد کریں گے اور نہ کرنے دیں گے۔ راہل گاندھی نے مودی جی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ مارنے والے سے بچانے والا بہتر ہے شاید مودی اسے نہیں مانتے ہیں۔ وہ مارنے والوں کو ترجیح دیتے ہیں مظفر نگر کے فسادی مجرموں کو ہار پہنائے۔ گجرات کے قاتلوں کو انعام واکرام سے نوازا۔ جو سزا یافتہ ہوئے انہیں رہائی دلائی۔ میرے نزدیک مودی جی کی سوچ کچھ ایسی ہے کہ آج بھی کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ اندر باہر یکساں نہیں ہے۔ فرما رہے ہیں کہ جن کے لوگ مرے ہیں میں ان کی طرح ہی درد محسوس کر رہا ہوں حالانکہ کہ وہ کیسا درد محسوس کر رہے ہیں دنیا دیکھ رہی ہے۔

۲۰۰۲ء کے قتل عام کے بارے میں انہوں نے کہا تھا کہ کتیا کی پلی بھی گاڑی کے نیچے آجاتی ہے تو تکلیف ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو کتیا کی پلی کا درجہ دیا تھا آج لوگوں کی لاشوں کو دیکھ کر درد محسوس کرنے کی اداکاری کر رہے ہیں ٹیلیگراف نے اس اداکاری کو اپنی گزشتہ اشاعت میں مودی جی کے درد کا پردہ فاش کیا ہے۔ پڑھنے لائق ہے شاید مودی کی نظروں سے بھی گزرا ہو۔

عبدالعزیز، کلکتہ

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 28 May 2021
Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi
R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر —— عارف عزیز، بھوپال

• پولیس کا کردار بدلنے کی ضرورت • اقتدار کی شکست وریخت اور مسلمان

• کیوں گر رہا ہے لڑکیوں کی پیدائش کا تناسب؟

پولیس کا کردار بدلنے کی ضرورت

امن وامان کی برقراری، قانون کی برتری اورعوام میں فرض شناسی پیدا ہو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، ریاستی اور مرکزی سرکاریں محکمہ پولیس کے ذریعہ یہ کام انجام دیتی ہیں لیکن تجربہ میں یہ بات آرہی ہے کہ مجرموں کی سرکوبی یا شر پسند عناصر کی روک تھام کے بجائے ہندوستان کی پولیس عام شہریوں کو پریشان کرنے پر زیادہ یقین رکھتی ہے، آج چور، بدمعاش، اچکے، اور سماج دشمن عناصر پولیس سے نہیں گھبراتے، شریف لوگ اور پرامن شہری اس سے زیادہ خوف کھاتے ہیں کیونکہ آئے دن وہی پولیس کی ظلم وزیادتی کا شکار بنتے ہیں۔

اس کے برعکس مجرمانہ وارداتیں نہ ہوں یا ہوں تو ان میں ملوث افراد کو فوراً پکڑ لیا جائے،

مرکزی ہی نہیں ریاستی دارالحکومتوں میں بھی دن بدن جرائم بڑھ رہے ہیں جس شہر میں ریاست کا آئینی سربراہ، گورنر، وزیراعلیٰ، وزیرداخلہ اور ڈائریکٹر جنرل پولیس رہتے ہوں وہاں جب مجرموں کے حوصلوں کا یہ حال ہے تو دوسرے علاقوں میں کیا ہورہا ہوگا اس کا تھوڑا بہت اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عوام کا جان ومال محفوظ رہے، لچے لفنگوں کا ناطقہ بند کردیا ہے اس پر پولیس کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہے تبھی تو ملک میں جرائم کا اوسط دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔ آئے دن قاتلانہ وارداتیں ہوجاتی ہیں۔ راہ چلتے لوگوں کو لوٹ لیا جاتا ہے، عوام کی عزت وآبرو سے کھلواڑ ہوتا ہے اور پولیس سوتی رہتی ہے۔ یا پھر اس طرح کی وارداتوں پر قابو پانے کے بجائے ان کو چھپانے کی کوشش ہوتی ہے ہلکے سے ہلکا کرکے دکھانے کا رویہ اپنایا جاتا ہے۔ مرکزی ہی نہیں ریاستی دارالحکومتوں میں بھی دن بدن جرائم بڑھ رہے ہیں جس شہر میں ریاست کا آئینی سربراہ، گورنر، وزیراعلیٰ، وزیر داخلہ اور ڈائریکٹر جنرل پولیس رہتے ہوں وہاں جب مجرموں کے حوصلوں کا یہ حال ہے تو دوسرے علاقوں میں کیا ہورہا ہوگا اس کا تھوڑا بہت اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ریاستی اسمبلیوں کا جب بھی اجلاس ہوتا ہے تو اس میں پیش ہونے والی تحریکات التوا یا توجہ طلب نوٹسوں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ پولیس انتظامیہ سے اپوزیشن کے ارکان ہی نہیں حکمراں جماعت کے نمائندے بھی شاکی ہیں۔ شاید ہی ایسا کوئی دن جاتا ہو جب پولیس عملہ کے خلاف وہاں چیخ وپکار سننے کو نہ ملتی ہو یہ تو خواص کا حال ہے، عوام کس درجہ پولیس سے نالاں ہونگے اس کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔

جب بھی کوئی شخص شکایت لیکر متعلقہ پولیس اسٹیشن پہنچتا ہے تو اول اسے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے اور یہ اسٹیشن انچارج کی صوابدید پر ہے کہ وہ جس شکایت کو چاہے درج کرائے یا شکایت کنندہ کو بھگادے حالانکہ ضابطہ کے مطابق ہر شکایت کا اندراج ضروری ہے جب شکایت درج نہیں ہوگی تو اس کا کوئی ریکارڈ بھی نہیں رہے گا اور پولیس اسی وقت جوابدہ ہوگی جب کہ شکایت درج کی گئی ہو مگر ہمارے ملک کے پولیس اسٹیشنوں میں دستور، شکایات کم سے کم درج کرانے کا ہے تا کہ پولیس جوابدہی سے محفوظ رہے اور اعداد وشمار بھی کم سے کم کرکے دکھائے جاسکیں۔ اسی طرح پولیس اسٹیشن میں تفتیش کے دوران تھرڈ ڈگری کا استعمال اور اس کی وجہ سے زیر حراست ملزموں کی اموات کے واقعات بھی کافی بڑھتے جارہے ہیں جن کے خلاف قانون ساز اداروں میں اکثر وبیشتر آواز اٹھائی جاتی ہے اور لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ آج قانون کے محافظوں کے ہاتھوں عام لوگوں کی جانیں محفوظ نہیں ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ گذشتہ چار پانچ دہائیوں کے دوران پولیس کے طور طریقوں کو بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی بلکہ دیکھا یہ گیا کہ آج جو اپوزیشن میں بیٹھ کر پولیس کی کارکردگی کو ملامت کا نشانہ بناتے ہیں کل برسر اقتدار آکر اس کا دفاع کرنے لگتے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ حکمراں جماعت اور حزب اختلاف دونوں مل کر سنجیدگی کے ساتھ پولیس عملہ میں سدھار کی طرف توجہ دیں، پولیس عملہ کے مسائل سلجھائیں اور اس پر پڑنے والے مختلف دباؤ کو کم کریں۔ تبھی یہ محکمہ عوام کی خاطر خواہ خدمت اور ان کے جان ومال کی حفاظت کا کام انجام دے سکے گا۔

اقتدار کی شکست وریخت اور مسلمان

ہندوستان میں آج بدنظمی، خودغرضی، ناانصافی اور تشدد کا جو دور دورہ ہے اخلاقی اقدار کی شکست وریخت نے اس میں مزید شدت پیدا کردی ہے قومی کردار دم توڑ رہا ہے ملک کے رہنما رہنمائی کرنے کے بجائے اقتدار اور اس کو مستحکم بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ اخلاقی گراوٹ اور کردار کا تنزل اوپر سے نیچے آرہا ہے پہلے بھی ہندوستان میں یہی ہوتا رہا ہے یہاں کے عوام نے ہمیشہ اوپر کے لوگوں کی تقلید کی ہے اور ان ہی کے نقش قدم پر وہ چلے ہیں۔ اس وقت بھی معیاروں اور اصولوں کے زوال کا سبب یہ ہے کہ اوپری سطح کے لوگوں میں اصول ومعیار کا احساس ختم ہوگیا ہے وہ جو کچھ بھی کررہے ہیں اس کے لئے اقتدار ان کا واحد مطمع نظر ہے اسی بات سے متاثر ہوکر کسی نے کہا تھا کہ ''اس ملک میں ایسے لوگ اب کم نظر آتے ہیں جو خودغرض اور صرف اپنے مفاد میں لگے نہ ہوں''۔

اس افسوسناک ذہنی نفسیات کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہندوستان میں سیاست بالغ رائے دہندگی اور ۸۰ فیصد ناخواندگی کی پیداوار ہے جب سیاست جہالت کے چنگل میں پھنس جاتی ہے تو وہ بالغ نظر رہنما نہیں غیر ذمہ دار لیڈر پیدا کرنے لگتی ہے۔ ہندوستان میں آج یہی ہورہا ہے اس لئے عوام میں ان کے قائدوں کی عزت دن بدن کم ہوتی جارہی ہے۔ جب کسی قوم میں کردار کی یہ بے وقعتی عام ہوجاتی ہے اور خواص وعوام دونون کی نظر میں اخلاقی قدروں کی کوئی قیمت نہیں رہتی تو اس کا فطری نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس قوم میں شگافیں پڑنا شروع ہوجاتی ہیں۔ یہ شگافیں مذہبی بھی ہوسکتی ہیں اور علاقائی، لسانی نیز اقتصادی بھی۔

ہندوستان کے طول وعرض میں آج اتمام قسموں کی شگافوں کو دیکھا جاسکتا ہے لیکن یہاں کی سیاست ومعاشرت میں کیونکہ مذہب کے اختلاف کو سب سے زیادہ دخل رہا ہے اس لئے جیسے جیسے اخلاقی انحطاط بڑھتا گیا ہے مذہبی اکثریت اور سب سے بڑی مذہبی اقلیت کے درمیان کے فاصلے میں بھی اضافہ ہورہا ہے، اکثریتی فرقہ سے تعلق رکھنے والے بعض عناصر یہ سمجھے لگے ہیں کہ قیادت ورہنمائی صرف ان کا حق ہے اور جو لوگ عددی اعتبار سے اقلیت میں ہیں ان کے پیچھے چلنے پر مجبور ہی نہیں بلکہ ان پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے یا اپنے دماغ سے سوچنے کی کوشش نہ کریں یعنی وہ اپنے ذہن میں اکثریت کو حقوق عطا کرنے والا اور مسلمانوں کو مراعات کی آرزو رکھنے والا تصور کرچکے ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں کا رول اس کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا کہ وہ ملک کو اوپر اٹھانے اور ہندوستانی معاشرہ میں اخلاقی اقدار کو بحال کرنے نیز رواداری، وسیع القلبی، بے غرضی اور دیانت داری کو فروغ دینے کے لئے آگے بڑھیں اور قرآن حکیم میں جو عظیم ذمہ داری ان کو سونپی گئی ہے اس کو ادا کریں۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی انہوں نے اپنے حقیقی منصب یعنی ''اچھائیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے'' سے روگردانی کی تو ذلت اور پستی نے انہیں گھیر لیا ہے، آج دنیا بھر کے مسلمان عموماً اور ہندستان اور ہندوستان میں جس عبرت ناک موڑ کے قریب وہ پہنچ گئے ہیں وہ بھی اسی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں آج مسلمانوں کا بنیادی کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں جو متعدد غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں ہے ان کو دور کرکے اس زہریلی ذہنیت کا ازالہ کریں جو تنگ نظر پیدا کررہے ہیں اس کی ایک صورت یہ ہے کہ خدمت خلق کے راستے وہ عوام کے ساتھ براہ راست رابطہ پیدا کریں اور اپنے وجود کو ملک کے لئے مفید ہی نہیں ضروری ثابت کرنے کی عملی کوشش بھی کریں۔

کیوں گر رہا ہے لڑکیوں کی پیدائش کا تناسب؟

ہندوستان میں مردم شماری سے متعلق تازہ اعداد وشمار کے مطابق بچوں کی پیدائش میں کمی کا رجحان ہے اور بچوں میں بھی لڑکیوں کی پیدائش کا تناسب تیزی سے گھٹ رہا ہے۔ عورت وبیٹی کی پیدائش کو بوجھ سمجھا جارہا ہے اور ترقی کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود دنیا دورِ جاہلیت کی طرف پلٹ رہی ہے جب بیٹی کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کی پیدائش کو بے عزتی اور ہتک مانا جاتا

مردم شماری کے اعداد وشمار اس تلخ حقیقت کا اظہار ہیں کہ ملک میں ماں باپ منصوبہ بند طریقہ سے لڑکی کی پیدائش روک رہے ہیں حالانکہ شکم مادر میں جنس کی جانچ قانون کے تحت ممنوع ہے اور خلاف ورزی پر سخت جرمانے مقرر ہیں اس کے باوجود دھڑلے سے سارے ملک میں بیٹی کی پیدائش روکنے کیلئے اسقاط حمل کی لعنت پھیلی ہوئی ہے۔

تھا اور نوزائدہ لڑکیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دور جاہلیت کی اس بربریت کو ختم کیا اور ساری دنیا نے اسلام سے روشنی حاصل کی۔ اسلام نے بیٹیوں کی پرورش کرنے اور ان کا اچھے خاندان میں نکاح کرنے والے ماں باپ کو جنت اور جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے کی بشارت دی ہے۔ مشرقی تہذیب کی نشانی عورت کا احترام ہے لیکن مشرقی تہذیب کا سب سے بڑے نمائندہ ملک ہندستان میں شکم مادر میں جنس کی جانچ کراکر اسقاطِ حمل کے ذریعہ بیٹیوں کی پیدائش روکی جارہی ہے۔ اس طرح ماں کی پیٹ میں بیٹی کا قتل ہورہا ہے، یہ امر کسی حد تک خوش آئندہ ہے کہ مودی حکومت نے بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ مہم شروع کی ہے، اس مہم میں تمام مذاہب کے رہنماؤں کو رہبری کا فریضہ انجام دیتے ہوئے سرگرم حصہ لینا چاہئے۔

(بقیہ صــ۱۴ پر)

جمعیۃ علماء اترپردیش کے صدر حضرت مولانا متین الحق اسامہ کانپوری رحؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی خصوصی اشاعت
مولانا متین الحق اسامہؒ نمبر
جس میں مولانا قاسمی نور اللہ مقدہٗ کے احوالِ زندگی، قومی وملّی خدمات
نیز دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا ہے
الجمعیۃ کی ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 —— ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان
آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای-میل: aljamiatweekly@gmail.com

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI